برکاتِ رضا گروپ

کی انقلابی آواز مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشربِ صدر الافاضل کا بے باک نقیب

سہ ماہی

عرفانِ رضا

مُراد آباد

دوسرا آن لائن شمارہ

جولائی
اگست
ستمبر

JULY,AUGUST,SEPTEMBER
2021

- غیر مسلموں کے حقوق اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں
- حضور تاج الشریعہ کی محدثانہ عظمت حاشیہ بخاری کی روشنی میں
- حج بیت اللہ کے فضائل واصطلاحات
- قربانی کی اہمیت ومسائل
- حضور صدر الافاضل ایک ہمہ گیر شخصیت
- حضور صدر الشریعہ ایک تعارف
- فروغ اردو ادب میں مدارس اسلامیہ کا کردار
- سیکولر پارٹیاں اور مسلمانوں کا سیاسی استحصال ایک تجزیہ



مدیر اعلیٰ محمد نفیس القادری امجدی
مدیر اعزازی محمد ناظر القادری مصباحی

برکاتِ رضا گروپ کی انقلابی

آوازِ مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشربِ صدر الافاضل کا بے باک نقیب

سہ ماہی

عرفانِ رضا

مُراد آباد

2021

جولائی، اگست، ستمبر — دوسرا شمارہ — آن لائن — JULY,AUG,SEPT

زیرِ سرپرستی

جامع معقول ومنقول استاذ العلما حضرت علامہ مولانا

مُفتی محمد عاقل رضوی مِصباحی

پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ	محمد نفیس القادری امجدی مراد آباد، یوپی
مدیر اعزازی	مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
مدیر	مفتی محمد آصف رضا مصباحی
مدیر معاون	مولانا محمد شہباز مصباحی
مدیر مسؤل	مفتی محمد افتخار امجدی
مشیر اعلیٰ	مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک
تزیین کار	مفتی محمد رضاء المصطفیٰ امجدی

نوٹ

ادارے کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ویب سائٹ بنام

https://afkareraza.com/

پر اپلوڈ کر دیا گیا ہے۔

ONLINE

SEH-MAHI

IRFAN-E RAZA

Dolpuri,Moradabad,UP-244001

9719267190 8923604732

فہرست مضامین

نوٹ: مضمون کے نام پر دبائیں آپ کے سامنے وہی والا مضمون کھل کر آجائے گا۔

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کردیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کردیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کا وصال ۲۵/ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا تھا، اس لحاظ سے آنے والے صفر المظفر میں ۲۸/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو شمسی کلنڈر کے حساب سے پورے سو سال ہو جائیں گے، اس مناسبت سے ٹیم سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد نے جشن صد سالہ کے موقع پر سہ ماہی عرفان رضا کا "مصلح اعظم نمبر" نمبر نکالنے کا ارادہ کیا ہے، جس میں مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ کے مختلف الجہات پہلوؤں کے حوالے سے اصلاحی کارنامے تصنیفات رضا کی روشنی میں اجاگر کیے جائیں گے ان شاء اللہ عزوجل ہماری ٹیم نے یہ شمارہ ہارڈ کاپی میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے ارباب قرطاس وقلم سے گزارش ہے کہ اپنے وقیع مقالات، گراں قدر مضامین ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ نیک تمناؤں، دعاؤں کی گزارش ہے۔

مدیر اعلیٰ	مدیر اعزیزی
محمد نفیس القادری امجدی	محمد ناظر القادری مصباحی
8923604732	9719267190

اعتذار

برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز، مسلک اعلی حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب، سہ ماہی عرفان رضا کا دوسرا شمارہ معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے انتہائی مسرت وشادمانی محسوس ہو رہی ہے۔
استاذ العلماء جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی محمد عاقل مصباحی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کی سرپرستی میں الحمد للہ ہمارے علماء کرام خصوصاً حضرت علامہ مولانا ناظر القادری مصباحی، حضرت علامہ مفتی مشتاق احمد امجدی، حضرت علامہ مفتی افتخار الحسن امجدی ودیگر احباب نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں ہماری مدد کی اور اکابر علما کرام کی رہنمائی اور مفید مشورے حاصل کر کے ظاہری وباطنی نقائص وعیوب دور کرنے میں ہم نے حتی الامکان کوشش کی، پھر بھی بتقاضہ بشری اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو معذور سمجھتے ہوئے اسے ہدف تنقید نہ بنا کر ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم آپ کے ممنون و مشکور ہوں گے۔
معزز علماء کرام اور محترم قارئین عظام سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

محمد نفیس القادری امجدی
8923604732

اداریہ

دعوت الی الحق کی ایک کوشش

محمد نفیس القادری امجدی مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العزت جل جلالہ نے اس روئے زمین پر تبلیغ اسلام، اشاعت دین وملت کے لئے رسولان عظام، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور ہر رسول ونبی نے دعوت حق کے ذریعہ مختلف طور پر اپنی اپنی قوم کی رہنمائی فرمائی۔ اللہ رب العزت جل جلالہ نے سب سے آخر میں اپنے پیارے حبیب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور رسول پاک ﷺ نے فاران کی چوٹی سے تبلیغ وحدہٗ لاشریک کا آغاز فرمایا، معبود حقیقی کی عبادت کی طرف قوم کو مدعو کیا، اللہ رب العزت جل جلالہ کے پیارے نبی اقدس ﷺ دعوت اسلام دیتے رہے اور مذہب حق میں لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔ امت محمدیہ ﷺ میں سب سے پہلے مذہب اسلام نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنھا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ اسی دعوت حق کے ذریعے لوگوں نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلی گلی، کوچہ کوچہ، ہر جگہ مذہب اسلام کی شعاعیں بلند ہوئیں۔ اس طرح لوگ دامن اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتے رہے، اور مذہب اسلام کے ماننے والے بڑھتے رہے، نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام، فقہاء عظام، محدثین، علماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ اور جیساکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إن العلماء ورثة الأنبياء، إن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهما، وأورثوا العلم.

الحمدللہ! اس وراثت عظمیٰ کی بقا کے لیے ہمارے علماء اہل سنت کتب ورسائل کے ذریعے قرآن وحدیث کے پیغام کو قوم مسلم تک پہنچاتے رہے ہیں۔ بلاشبہ علماء اہلسنت کے کتب اور رسائل وجرائد دعوت وتبلیغ کے لیے اہم ترین ذریعہ ہیں۔

الحمدللہ آج بھی علماء کرام دین وملت کی دعوت وتبلیغ، دینی تعلیم وتربیت کے فرائض دنیائے آب وگل میں بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اگر آپ سنی اخبارات ورسائل کا مطالعہ کرتے ہیں، دینی جلسوں میں شرکت کرتے ہیں اور تربیتی ورکشاف میں حصہ لیتے ہیں، تو آپ کو خوب معلوم ہوگا کہ ملک وبیرون ملک کے شہر شہر میں سنی تنظیموں، تحریکوں، اور تعلیمی اداروں نے اپنے اپنے وسائل کے مطابق، آن لائن دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام سوشل میڈیا کے ذریعہ کرنا شروع کردیا ہے۔ اور کورونا وائرس کے قہر کے درمیان لاک ڈاون لگنے کی وجہ سے جب یونیورسٹیاں، کالج، مدارس اسلامیہ بند ہوگئے، تو ہمارے علماء اہل سنت نے عمدہ قیادت کرتے ہوئے، اور حالات کے پیش نظر مدارس اہل سنت میں آن لائن تعلیم کا آغاز کیا، یہ سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے، اسی طرز عمل پر مذہب ومسلک کی خدمت وپاسداری کے لیے مجھ کم علم کے ذہن میں سہ ماہی عرفان رضا کے اجرا وآغاز کا خیال آیا وہ لمحہ میرے لیے بڑا ہی فرحت بخش تھا، خیر میں نے اس امر صالح کے لیے استاذ العلماء جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ **مفتی محمد عاقل رضوی** مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور حضرت علامہ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی و دیگر علماء اہل سنت سے مشورہ کیا تو ان بزرگوں نے فقیر کو بہت سراہا اور مفید مشوروں سے نواز کر حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر اعتبار سے تعاون کرنے کا بھروسہ دیا۔ بحمدہ تعالیٰ علماء اہل سنت کی دعاؤں کے سایے میں سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد کا پہلا شمارہ، پرمغز مضامین، دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ آن لائن شائع ہوا جسے بڑی مسرت وشادمانی کے ساتھ وسعت قلبی، شگفتہ جبینی کے ساتھ جملہ ارباب علم وادب، اصحاب لوح وقلم

اور قارئین حضرات نے سہ ماہی عرفان رضا کی مبارکباد پیش کی میں ان سب کی بارگاہوں میں اظہار تشکر پیش کرتاہوں، پہلے شمارے کے رسم اجراکے حسین موقع پر صاحب درس بخاری استاذالعلماء جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی نے سہ ماہی عرفان رضا کی پوری ٹیم کو مبارکباد اور خصوصی دعاؤں سے نوازا،اور حضرت کے درس حدیث سے ہم سب مستفید ہوئے۔

واقعی یہ حضرت کی سرپرستی اور دعاؤں کا فیضان ہے کہ سہ ماہی **عرفان رضا** کو قارئین حضرات اور خاص کر علماء کرام کے درمیان عام مقبولیت ملی۔اور اس رسالہ کی قابل الذکر شخصیت، حضرت علامہ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی صاحب قبلہ مدیر اعزازی سہ ماہی عرفان رضا(پرنسپل جامعہ بشیر العلوم بھوجپور مراد آباد)کی محنت و جانفشانی،اور رسالے سے متعلق ان کی بے لوث خدمات ہمارے لیے بڑی ممد و معاون رہیں جن کے مضامین(اداریہ/تفسیر قرآن / شیخ معقولات علامہ محمد ہاشم نعیمی تعارف و شخصیت)نے قارئین کے قلوب کو منور کر دیا۔خاص کر تفسیر قرآن جس میں بارہویں شریف کی نسبت سے ۱۲صفحات پر مشتمل ۱۲علوم وفنون سے بحث فرماکر اک اچھوتے انداز تفسیر کی شروعات کی مزید برآں میرے مضامین اور دیگر مضامین کی تصحیح و نظر ثانی کی اہم ذمہ داری حضرت کے سپرد تھی۔

مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی نے مسائل شرعیہ کے مدلل جوابات ارقام فرمائے۔مفتی محمد افتخار الحسن امجدی نے ''فضائلِ ماہ شعبان اور معمولات اہل سنت'' کے عنوان سے مضمون لکھ کر زندگی میں انقلاب کا سامان فراہم کیا۔حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی کا تحقیقی اور دلائل سے مزین مضمون ''حضور اقدس ﷺ کی تعدد ازواج کی حکمتیں'' بھی قارئین کے لیے سرمہ نگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔حضرت مفتی محمد آصف رضا مصباحی کا ایک مضمون بعنوان(عظمت صحابہ واہل بیت رد روافض وخوارج)شائع ہوا۔حضرت مولانا محمد عاشق مصباحی اور مفتی نعیم الدین منظری کے اہم مضامین(رمضان المبارک کے فضائل و مسائل/زکوۃ صدقات کی اہمیت و مسائل)سے قارئین حضرات متاثر و مستفید ہوئے۔حضرت مولانا مقیم رضا غزالی نے(عاشق مصطفی ﷺ حضرت اویس قرنی)کی زندگی کے پہلوؤں کو قارئین حضرات کے سامنے پیش کیا۔

حضرت علامہ مولانا محمد ناصر رضا امجدی نے اپنے مضمون(مسلمانوں کا سیاسی بحران نئی صبح کی نوید)اور مفتی محمد گلریز رضا مصباحی کا (وقت کی اہم پکار)قارئین کے لیے عرفان وبصیرت کا سامان لیے ہوئے ہے میں ان حضرات کا پھر شکر ادا کرتاہوں جنھوں نے بیش قیمت تاثرات سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔یقینا علماء کرام کی حوصلہ افزائی نے ہماری ٹیم کے حوصلوں کو مستحکم اور رغبت کے ساتھ کام کرنے کا جذبہ بیدار کیا۔

اس کے ساتھ ہی برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز، مسلک اعلی حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب، سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد کا دوسرا شمارہ جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۱ء معزز قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے انتہائی مسرت و شادمانی محسوس ہو رہی ہے۔

معزز علماء اور قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازیں۔اور ہماری پوری جماعت اور اس رسالہ کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

اللہ رب العزت جل جلالہ اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے میں اس رسالہ کو عام مقبولیت بخشے۔

اٰمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم.

درس قرآن

درس سورۂ حجرات آیۃ: ۲

از مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
پرنسپل جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوجپور

آیت کریمہ: يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۞

علم لغت:

رفع: مادی چیز جو اپنی جگہ پڑی ہو اسے اٹھا کر بلند کرنا، قرآن مجید میں ہے: وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (البقرہ آیت: ۹۳، مفردات القرآن) صات یصوت صوتا: آواز دینا، پکارنا۔ جمع: أصوات۔

نبی: نبّأ، یا، نبوٴۃ مہموز لام سے یا نبو، نبوۃ ناقص واوی سے مشتق ہے، پہلی صورت میں معنی ہے اخبار، تو نبی کا معنی ہوا مخبر عن الغیب، بر تقدیر دوم معنی ہے ارتفاع، تو نبی کا معنی ہے مرتفع فا کے کسرے کے ساتھ، بلند و بالا، یا مرتفع فا کے فتح کے ساتھ، بلند کیا ہوا۔

جمع: أنبیاء، صاحب نبوت جس کے بارے میں اللہ تعالی کی طرف سے خبر دی گئی، وہ انسان جسے اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے وحی و شریعت کے لئے چنا ہو، خواہ اسے ابلاغ کی ذمے داری کا مکلف بنایا گیا ہو یا نہیں۔ (المعانی الجامع)

جھر، جھرۃ و جھارا باالقول: آواز بلند کرنا، قول: بات جمع: اقوال اقاویل۔

حبط عملہ: بے کار ہونا، خراب ہونا، برباد ہونا۔ عمل: جمع أعمال کام، شغل، وظیفہ۔ شعور، احساس۔

علم صرف: آمنوا:

اس پر گفتگو گزر گئی۔ لا ترفعوا، لا تجھروا دونوں فعل نہی حاضر معروف فتح یفتح سے، علامت باب پہلے میں لام کلمہ کی جگہ حرف حلقی عین اور دوسرے میں عین کلمہ کی جگہ ھا کا ہونا ہے۔

نبی: اصل میں نبیو بروزن فعیل تھا، واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ واقع ہے، معتل کے قاعدہ نمبر ۲۰ کے مطابق واؤ کو یا سے بدل دیا نبیي ہو گیا، پھر یا کا یا میں ادغام ہو گیا، نبی ہو گیا۔ قاعدہ نمبر ۱۴ کے مطابق بھی تعلیل ہو سکتی ہے، واؤ اور یا جمع ہیں، اول ساکن ہے، لہذا واؤ کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام ہو گیا۔

قاعدہ نمبر ۲۰: وہ واؤ جو چوتھی جگہ یا اس سے زائد جگہ پر واقع ہو، واؤ ساکن اور ضمہ کے بعد نہ ہو تو وہ واؤ یا ہو جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۴: جب واؤ اور یا غیر مبدل غیر ملحق کلمے میں جمع ہوں، ان میں پہلا ساکن ہو تو واؤ کو یا سے بدل دیتے ہیں اور یا کا یا میں ادغام کر دیتے ہیں۔

مہموز لام کی صورت میں تعلیل: نبی اصل میں نبیئ تھا، ہمزہ یائے مدہ زائدہ کے بعد واقع ہوا، اسے یا سے بدل دیا، یا کا یا میں ادغام کر دیا

قاعدہ نمبر ۵: ہمزہ واؤ مدہ زائدہ، یا، یائے مدہ زائدہ اور یائے تصغیر کے بعد واقع ہو تو وہ جنس ما قبل سے ہو کر اس میں جوازا مدغم ہو جاتا ہے۔ (علم الصیغہ)

القول: نصر سے مصدر اجوف واوی ہے تحبط: سمع سے، فعل مضارع معروف صیغہ واحد مونث غائب ہے۔

لا تشعرون: فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر، نصر اور کرم دونوں سے مستعمل ہے۔

علم نحو:

لاترفعوا: فعل مضارع،لائے نہی کی وجہ سے مجزوم بحذف نون ہے۔

اصوات اوراعمال: جمع قلت کے وزن پر ہیں، جمع قلت: وہ جمع جس کا تین سے نوتک اطلاق ہو، کبھی جمع سے مافوق الواحد مراد ہوتاہے، جیسے:"الحج اشھر معلومات"میں اشھر سے مراد دو مہینے دس دن ہیں۔

فوق: اسم ظرف مکان مبہم ہے، مبہم وہ ظرف ہے جسکے لئے حدود ونہایات نہ ہوں۔

نبی: مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح اسلئے ہے کہ مشدد کا پہلا حرف ساکن ہوتاہے، لہذا یاکے ماقبل ساکن ہونے کی وجہ سے یہ صحیح کا قائم مقام ہے۔

كجهر بعضكم:بعضکم لفظا مجرور ہے مگر"جہر"مصدر کا فاعل ہونے کی وجہ سے حکما مرفوع ہے "کجھر بعضکم"میں کاف تشبیہ کے لئے ہے، اور یہ محل نصب میں ہے، یعنی : لاتجھروا جھرا مثل جھر بعضکم لبعض۔

اَنْ تَحبط: حروفِ ناصبہ چار ہیں:ان،لن،کیء،اذن.ان میں ان مصدریہ ہے جو فعل مضارع کو مصدر کے معنی میں کردیتاہے۔ لاترفعوا اور لاتجھروا دونوں فعل، "ان تحبط"کو مفعول لہ بنانے کے سلسلے میں تنازع کررہیں ہیں۔لہذا نحات بصریہ کے مطابق"ان تحبط"لا تجھروا کا مفعول لہ ہوگا اور نحات کوفیہ کے مطابق لاترفعوا کا۔(اعراب القرآن وبیانہ)

"ان تحبط کی نحوی توجیہات"(١)حضرات بصریہ کے مطابق اس کی اصل ہے"من اجل ان تحبط"۔(٢)کوفیہ حضرات اس کی اصل "لئلا تحبط"قرار دیتے ہیں۔(٣)امام زجاج کے مطابق"ان تحبط"کی اصل"لان تحبط"ہے لام مقدرہ، لام صیرورت ہے۔(٤)امام رازی نے فرمایا کہ اس کی اصل ہے:"واتقوا اللہ واجتنبوا ان تحبط اعمالکم"(٥)صاحب اعراب القرآن کے مطابق اصل:"خشیۃ ان تحبط اعمالکم"ہے۔

علم الاعراب:

یاایھاالذین آمنوا:اس کی ترکیب گزر گئی۔

<u>لاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی</u>:لائے نہی مبنی بر سکون،ترفعوا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح با ضمیر بارز مجزوم بحرف نون،واؤ ضمیر بارز، محلا مرفوع متصل،مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل،اصوات، جمع مکسر منصرف منصوب بفتحہ لفظا مضاف،کاف ضمیر مجرور متصل محلا،مشابہ مبنی بر ضم،مضاف الیہ،میم علامت جمع،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ،فوق مفرد منصرف صحیح،منصوب بفتحہ لفظا مضاف، صوت مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ لفظا مضاف الیہ مضاف،الف لام حرف تعریف، مبنی اصل بر سکون،نبی مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح مجرور بکسرہ لفظا مضاف الیہ،مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فوق کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مکانی، فعل نہی اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ولاتجھروالہ بالقول(الآیۃ):واؤ حرف عطف،مبنی اصل بر فتح،لائے نہی مبنی اصل بر سکون،تجھروا، فعل مضارع معروف،صیغہ جمع مذکر حاضر، مجزوم بحرف نون،واؤ ضمیر بارز، مرفوع متصل محلا ،مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل،لام حرف جار، مبنی اصل بر فتح،ھا ضمیر مجرور متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو،باحرف جر، مبنی اصل بر کسر،لام حرف تعریف مبنی اصل بر سکون، قول مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ لفظا،جار مجرور سے مل کر ظرف لغو(دوم)،کاف تشبیہ حرف جر، مبنی اصل بر فتح، جھر مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ لفظا مصدر مضاف،بعض مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ لفظا، مرفوع حکما بر بنائے فاعلیت، مضاف الیہ مضاف،کاف ضمیر مجرور متصل محلا، مشابہ مبنی بر ضم مضاف الیہ، میم علامت جمع مذکر مبنی اصل بر سکون ،لام حرف جر مبنی اصل بر کسر، بعض مفرد منصرف صحیح مجرور بکسر لفظا، جار مجرور سے مل کر متعلق ہے جھر مصدر سے ، مصدر اپنے فاعل مضاف الیہ اور ظرف لغو سے مل کر مجرور، جار مجرور سے

مل کر صفت موصوف محذوف جھرا کی، جھرا مفرد منصرف صحیح، منصوب بفتحہ لفظا مفعول مطلق لا تجھروا کا۔

ان ناصبہ مبنی اصل بر سکون، تحبط فعل مضارع مثبت معروف، صیغہ واحد مذکر حاضر، صحیح مجرداز ضمیر بارز منصوب بفتحہ لفظا فعل، اعمال، جمع مکسر منصرف مرفوع بضمہ لفظا مضاف، کاف ضمیر مجرور متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم مضاف الیہ، میم علامت جمع مذکر مبنی اصل برسکون، ذوالحال، واؤ حالیہ مبنی اصل بر فتح، انتم ضمیر مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر سکون مبتدا، جس میں تا حرف خطاب، مبنی اصل بر ضم، میم علامت جمع مذکر مبنی اصل بر سکون، لاتشعرون فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح باضمیر بارز مرفوع باثبات نون، بوجہ خلو از ناصب و جازم، واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر مضاف الیہ اعمال کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل تحبط کا، تحبط فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ موصول حرفی ان کا، موصول حرفی صلے سے مل کر مضاف الیہ خشیۃ مصدر محذوف کا، خشیۃ مفرد منصرف صحیح منصوب بفتحہ لفظا مضاف، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول لہ ہوا لا تجھروا کا، فعل اپنے فاعل، دونوں طرف لغو، مفعول مطلق، مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

علم معانی:

لا ترفعوا: انشائے طلبی کی قسم فعل نہی ہے، جس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند کرنے سے بطور وجوب ممانعت مستفاد ہو رہی ہے، یہ کلام مسند اور مسند الیہ پر مشتمل اور مطلق ہے اسے "اصواتکم" مفعول بہ سے مقید کیا گیا اس چیز کو بتانے کے لیے کہ جس کو بلند کرنے سے نہی وارد ہوئی ہے، ضمیر خطاب کی طرف اضافت سے اصوات کی تعیین کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے، ضمیر کی طرف اضافت اختصار کے لیے ہے، اور خطاب اس لیے کہ مقام خطاب کا ہے۔ مذکورہ جملے کو "فوق صوت النبی" مفعول فیہ مکانی سے مقید کیا گیا اس چیز کو بتانے کے لیے کہ جس پر بندوں کی آوازوں کو بلند کرنے سے روکا گیا ہے، وہ مصطفی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی آواز ہے۔
فوق کی صوت کی طرف اضافت سے مضاف کی تعریف کا حصول ہو رہا ہے اور صوت کی نبی کی طرف اضافت سے مضاف الیہ کی تعظیم مفہوم ہو رہی ہے کہ آخر کس وجہ سے اس آواز پر اپنی آوازوں کو بلند کرنے سے روکا جا رہا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس ذات کی مبارک آواز ہے جو منصب نبوت پر فائز ہیں اور نبی سے منسوب ہر شی قابل تعظیم ہے۔ ولا تجھروا لہ بالقول (الآیۃ) ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو فصل کہتے ہیں، تو "ولا تجھروا" اور "لا ترفعوا" کے درمیان وصل واجب ہے کیونکہ دونوں جملے انشائیہ ہونے میں متفق ہیں اور دونوں کے مابین جہت جامع بھی موجود ہے، کہ جھر بالقول کے لئے رفع صوت لازم ہے "لا تجھروا" انشائے طلبی کی قسم فعل نہی ہے، اس سے بارگاہ نبوی میں چلا کر بات چیت کرنے سے روکا گیا ہے۔

"لا تجھروا" جملہ مطلقہ کو "لہ" اور "بالقول" متعلقات سے مقید کیا گیا ہے اس ذات کو بیان کرنے کے لیے جس کے سامنے چلانے سے منع کیا گیا اور اس چیز کو بتانے کے لیے کہ جس میں جہر سے ممانعت فرمائی۔ "کجھر بعضکم لبعض"، "تجھروا" کے مفعول مطلق "جھرا" کو لا کر فعل کی نوعیت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس چلانے سے منع فرمایا گیا ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ "کجھر بعضکم لبعض" جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ چلا کر بات کرتے ہو ایسے پیارے محبوب کی بارگا ہمیں چلا کر بات نہ کرو! "جھرا" مفعول مطلق کو ایک صفت تابع یعنی "کجھر بعضکم لبعض" کے ذریعے مقید کیا گیا ہے توضیح کے لیے "جھر" کی بعض کی طرف اضافت سے مضاف کی تعیین مقصود ہے اور "بعض" کی ضمیر کی طرف اضافت اختصار کے لیے ہے اور ضمیر خطاب کی طرف اس لیے کہ مقام خطاب کا ہے۔
"ان تحبط" سے پہلے خشیۃ مصدر محذوف ہے یہ ایجاز حذف ہے، ایجاز کی دو قسمیں ہیں ایجاز حذف اور ایجاز قصر، ایجاز

قصر مختصر عبارت کے بہت زیادہ معانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایجاز حذف: کسی کلام سے کسی کلمے یا ایک یا ایک سے زائد جملوں کے حذف کرنے سے حاصل ہوتا ہے، تو "خشية" کا حذف ایجاز حذف ہے۔

"ان تحبط اعمالکم "مفعول لہ سے سابقہ جملے کو مقید کیا اس علت کے بیان کے لئے کہ جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں چلا کر بات کرنے سے روکا گیا کہ تمہیں اس لیئے روکا جارہا ہے کہ تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔

پہلی آیت کریمہ "یاایھا الذین آمنوا" سے شروع ہے اور دوسری آیت کریمہ میں بھی "یاایھاالذین آمنوا" تو یہ وجوہ بلاغت میں سے اطناب کی ایک صورت "تکریر" ہے۔ تکریر: کسی مقصد کے لیے کلام کو مکرر لانا مثلاً طول فصل، تاکید انذار، زیادتی ترغیب، تو یہاں ایقاظ و تنبیہ میں مبالغہ کے لیے جملہ ندائیہ کو مکرر لایا گیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کے طور پر کہ دونوں کلام مستقل ہیں کسی ایک سے بھی بے اعتنائی روا نہیں ہے۔ (روح المعانی)

علم البیان:

لا ترفعوا اصواتکم "میں استعارہ مکنیہ، استعارہ تبعیہ دونوں کا احتمال ہے۔ **استعارہ مکنیه:** وہ ہے کہ جس میں مشبہ بہ کو حذف کرکے اس کے لوازم میں سے کسی لازم کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کیا جائے، (دروس البلاغہ)

تو اس آیت کریمہ میں آواز بلند کرنے کو مادی چیز کے بلند کرنے سے تشبیہ دی کہ جس طرح کسی جسم کو اٹھایا جائے تو وہ خوب صاف اور نمایاں ہو کر دکھائی دیتا ہے اسی طرح بلند آواز بھی خوب صاف سنائی دیتی ہے، تو اس میں "آواز کو بلند کرنا" مشبہ ہے اور "جسم کو بلند کرنا" مشبہ بہ ہے، تو مشبہ بہ کو حذف کرکے اس کے ایک لازم "رفع" کو ذکر کیا یہ استعارہ مکنیہ ہے۔ **استعارہ تبعیه:** وہ ہے جس میں لفظ مستعار فعل یا حرف یا اسم مشتق ہو۔ (دروس البلاغہ)۔ تو بہت بلند آواز سے کلام کرنے کو تشبیہ دی ہے اس کلام کو کسی اونچے مکان سے ڈالنے سے تو اس میں رفع الصوت مستعار ہے جو کہ فعل ہے پس یہ استعارہ تبعیہ ہے۔

علم بدیع:

"اصوات اور صوت" کے درمیان "لا تجھروا" اور "کجھر" کے درمیان اجناس اشتقاق ہے۔ اجناس اشتقاق: دو لفظوں کا مادہ اشتقاق میں متفق ہونا جیسے: و لا انا عابد ما عبدتم میں "عابد" اور "عبدتم" دونوں کا مادہ اشتقاق ایک ہی ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں اصوات اور صوت ماخذ اشتقاق میں یکساں ہیں، اسی طرح لا تجھروا اور کجھر کا مادہ اشتقاق بھی ایک ہے۔

علم تجوید

"لا ترفعوآ اصواتکم" میں حرف مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمے میں ہے اس لیے یہ مد منفصل ہے، اس میں توسط ہے اور توسط کی مقدار ڈھائی الف ہے۔ "صوت النبی" میں ادغام شمسی ہے، اس لیے کہ لام تعریف کے بعد حروفِ شمسیہ میں سے نون واقع ہے۔ "بالقول" میں لام تعریف کے بعد حروفِ قمریہ میں سے قاف ہے اس لیے اظہار ہوا ہے۔

حروفِ قمریہ، حروف شمسیہ کی وجہ تسمیہ

حروفِ شمسیہ کو سورج سے مناسبت ہے کہ جیسے سورج کی موجودگی میں تارے پوشیدہ ہوتے ہیں ایسی ہی ان حروف کی موجودگی میں لام تعریف بھی پوشیدہ یعنی غیر ملفوظ ہوتا ہے۔ اور حروفِ قمریہ کو چاند سے اس وجہ سے مناسبت ہے کہ جس طرح چاند کی موجودگی میں تارے نمایاں ہوتے ہیں اسی طرح ان حروف کی موجودگی میں لام تعریف نمایاں اور ظاہر ہوتا ہے۔

"النبی" میں لام کا نون میں ادغام تام ہے کہ مدغم کا مدغم فیہ میں قطعاً اثر باقی نہیں ہے نیز یہ ادغام متقارب بین ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ نہ ایک ہی حرف ہیں اور نہ ہی متحد المخرج ہیں۔

"النبی" میں نون مشدد ہے اس لیے ایک الف غنہ ہوگا "ترفعوا" کی را ساکن، ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پر ہوگی۔ "تجھروا" کی را مفتوح ہے اس لیے پر ہوگی۔ "کجھر" کی را مکسور ہونے کی وجہ سے باریک ہوگی۔

"تشعرون" کی را مضموم ہے اس لئے پر ہوگی" اصواتکم "کی میم کے بعد نہ میم ہے اور نہ ہی با ہے بلکہ فا ہے، اس لیے اظہار ہوگا۔"بعضکم لبعض "کی میم میں بھی اظہار ہوگا، یہ اظہار شفوی ہے۔"لبعض ان تحبط "میں لبعض کی تنوین میں مابعد، حرف حلقی ہونے کی وجہ سے اظہار ہوگا "ان تحبط "کی نون میں اخفا ہوگا کہ نون ساکن کے بعد نہ تو حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف ہے اور نہ ہی یرملون میں سے، یہ اخفائے شفوی ہے۔"انتم "کی نون میں اخفائے شفوی اور میم میں اظہار شفوی ہے۔

علم قرأت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی قراءت شاذہ میں ہے:"لا ترفعوا باصواتکم "ہے۔(تفسیر قرطبی) اسی طرح"ان تحبط "حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرآت میں " فتحبط اعمالکم "جزم کے ساتھ ہے۔(تفسیر طبری)

قرأت کی تین قسمیں ہیں:

(۱)متواترہ: وہ قرأت کہ جس کو ایک ایسی جماعت نے دوسری ایسی ہی جماعت سے نقل کی ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، مصحف عثمانی اور زبان عربی کے موافق ہو جیسے ائمہ سبعہ کی قراءات۔

(۲)مشہورہ: وہ قرأت کہ جس کی سند صحیح ہو، عربی زبان کے موافق ہو، حد شہرت تک پہونچی ہو، مصحف عثمانی کے موافق ہو مگر حد تواتر تک نہ پہنچی ہو۔

(۳)قرأت شاذہ: وہ قرأت کہ جس کی سند تو صحیح ہو عربی زبان کے موافق بھی ہو مگر وہ قرأت متواترہ کے خلاف ہو۔

علم تفسیر: اسباب نزول:

پہلا قول: منافقین نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات چیت کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان ان کی اقتداء کریں تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

دوسرا قول: مہدوی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کا ارشاد"لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "ہمارے بارے میں نازل ہوا، جب ہماری آوازیں بلند ہوئیں، مجھ میں اور جعفر اور زید بن حارثہ میں حضرت امیر حمزہ کی بچی کی(کفالت) کے بارے میں تنازع ہو گیا جب زید بن حارثہ اسے مکہ سے لائے تو رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا کیوں کہ اس کی خالہ حضرت جعفر کی اہلیہ تھیں۔

تیسرا قول: حضرت ثابت بن قیس بن شماس خزرجی جن کی کنیت ابو محمد یا ابو عبد الرحمن بڑے ہی فصیح و بلیغ خطیب تھے انھیں خطیب رسول کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت کو شاعر رسول کہتے ہیں۔

بنو تمیم کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے اظہار فخر و مباہات کی اجازت چاہی، تو حضور نے اجازت دے دی، ان کا خطیب کھڑا ہوا اور اس نے اپنے قبیلے کی بڑائی پر مشتمل خطبہ دیا حضور نے اس کے جواب میں حضرت ثابت کو کھڑا کیا آپ نے بڑا عظیم الشان، فصاحت وبلاغت سے لبریز خطاب فرماکر اس کو مغلوب کر دیا، پھر اس قبیلے کا شاعر کھڑا ہوا تو اس کو حضرت حسان بن ثابت نے اپنے کلام سے مبہوت کر دیا۔

تو بنو تمیم کے لوگ کہنے لگے "خطیبهم اخطب من خطیبنا وشاعرهم اشعر من شاعرنا "اس بات پر ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(تفسیر قرطبی)

آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین کی آرا:

امام مجاہد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالی نے فرمایا: نبی کو چلا کر نہ پکارو بلکہ نرمی سے عرض کرو: یا رسول اللہ ﷺ حضرت قتادہ نے فرمایا: کچھ لوگ حضور کی مجلس میں زور سے بات چیت کرتے تھے اور اپنی آوازوں کو بلند کرتے تھے تو اللہ تعالی نے انہیں سمجھایا اور ان لوگوں کو اس سے روکا۔

امام ضحاک نے کہا: یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے روکا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ محبوب ﷺ کی تعظیم و تکریم کریں اور جب انہیں پکارے تو یا نبی اللہ کہے۔(تفسیر طبری)

صحابہ کرام کا عمل:

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام بہت زیادہ محتاط ہو گئے اور بارگاہ نبوی میں نہایت نرمی اور آہستگی سے بات کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ''یاایہاالذین امنوالأترفعوااصواتکم فوق صوت النبي'' نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔ (کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عالم یہ تھا کہ آپ رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتی کہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔ (ترمذی، شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کے لئے ان کی خبر لاتا ہوں۔ پھر وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے یہاں آئے۔ دیکھا کہ وہ گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں پوچھا کیا حال ہے؟ کہا کہ براحال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مقابلہ میں بلند آواز سے بولا کرتا تھا اب سارے نیک عمل اکارت ہوئے اور اہل دوزخ میں قرار دے دیا گیا ہوں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کی اطلاع آپ کو دی۔ حضرت موسیٰ بن انس نے بیان کیا کہ وہ شخص اب دوبارہ ان کے لئے ایک عظیم بشارت لے کر ان کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔(بخاری شریف) مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان میں ہے:''أما ترضی أن تعیش حمیداً، وتقتل شهيداً، وتدخل الجنة؟، قال: بلی رضیت''

کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ قابل تعریف زندگی گزاروگے، شہادت کی موت پاؤگے اور جنت میں داخل ہوگے حضرت ثابت بن قیس نے عرض کی کیوں نہیں، میں خوش ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں دو شخصوں کی بلند آواز سنی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم دونوں جانتے ہو کہ کہاں کھڑے ہو؟ پھر ارشاد فرمایا: تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: ہم طائف کے رہنے والے ہیں: ارشاد فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا (ابن کثیر، صراط الجنان)

حضرت سلیمان بن حرب فرماتے ہیں: ایک دن حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث شریف بیان کی تو ایک شخص کسی چیز کے بارے میں کلام کرنے لگا، اس پر حضرت حماد غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے''لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' جب کہ تم کلام کر رہے ہو (شعب الایمان، صراط الجنان)

علم فقہ:

اس آیت کریمہ سے متعدد مسائل شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے:

(۱) کسی مسلمان کا نبی کی آواز پر اپنی آواز کا بلند کرنا ناجائز ہے۔
(۲) نبی کریم ﷺ سے اس طرح چلا کر بات چیت کرنا جیسے ہم ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں، اے خالد! اے بابر! اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکارنا ناجائز و حرام ہے۔ (۳) حضور کی حدیث شریف یا سیرت مبارکہ ذکر کی جائے تو تو خاموش رہنا، اور غور سے سننا واجب ہے اگر بات کرنے کی ضرورت ہو تو آواز پست کرکے گفتگو کرے۔
(۴) علمائے صالحین، ماں باپ اور دیگر بزرگوں کا احترام اور بات چیت کرتے ہوئے، انہیں پکارتے ہوئے حسن ادب لازمی ہے۔
(۵) حضور اقدس ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے وقت ادب کے ساتھ کھڑے ہونا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ حضور سامنے تشریف فرما ہیں

(۷)اسلامی مصلحت کے تحت بارگاہ نبوی میں آواز بلند کرنا یہ ممنوع نہیں ہے، جیسے دشمنوں کے مقابلے کے وقت آواز بلند کرنا۔

قرأت شاذہ کے بارے میں فقہاء کرام کا موقف:

سارے فقہاء کرام کا اجماع ہے کہ تواتر قولا و فعلا صحت کے قطع ویقین کا فائدہ دیتا ہے لیکن جو متواتر نہ ہو وہ شاذ ہے اس کو قرآن نہیں کہا جاسکتا ہے، ہاں اس پر عمل کرنے اور احکام شرعیہ عملیہ کے استنباط کے سلسلے میں اس پر اعتماد کرنے کے تعلق سے فقہاء کرام کے مختلف مذاہب ہیں:

اول مذہب حنفی:

فقہاء احناف کے نزدیک قرأت شاذہ پر عمل کرنا، احکام شرعی کے استنباط میں استدلال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی سند صحیح ہو، اس لیے کہ قرأت شاذہ یا تو قران منسوخ التلاوت ہے، یا خبر ہے جو تفسیر واقع ہے۔ اس رائے کو آمدی شافعی، فتوحی حنبلی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے۔

دوسرا مذہب مالکی: مالکیہ کے اس بارے میں تین مذاہب ہیں۔ **اول:** مذہب مشہو، ظاہر الروایہ یہ کہ قرأت شاذہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے فتوحی نے اس کو امام مالک سے بیان کیا اور ابن حاجب نے اسی کو اختیار کیا۔ **ثانی:** یہ کہ قرأت شاذہ اخبار احاد کے قائم مقام ہیں مگر صرف عمل میں نہ کہ اعتقاد میں امام ابن عبد البر نے اسے بیان کیا **ثالث:** قرأت شاذہ پر عمل بطور استحباب ہوگا۔

تیسرا مذہب شافعی: شوافع کے دو قول ہیں: **اول:** قرأت شاذہ پر عمل صحیح ہے، جیسا کہ امام ابن الہمام حنفی نے امام شافعی سے بیان کیا۔ **ثانی:** قرأت شاذہ پر عمل صحیح نہیں ہے امام جوینی نے اس کو ظاہر المذہب کہا۔

چوتھا مذہب حنبلی:

حنابلہ کی کتب اور علمائے حنابلہ کی آراء سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرأت شاذہ پر عمل جائز ہے۔ (القرءات الشاذہ: احکامھا و آثارھا) نماز میں قراءت شاذہ سے فرض ادا نہ ہوگا، (بہار شریعت، در مختار)

علم عقائد:

آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے متعدد عقائد اسلامیہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

(۱) نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے بے ادبی کرنے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، قصداً ایسا کرنا کفر ہے۔

(۲) وصال فرمانے کے بعد بھی حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اسی طرح واجب ہے گویا حضور ہمارے درمیان تشریف فرماہیں۔

(۳) قاضی ابو بکر بن العربی نے کہا: وصال کے بعد بھی حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اسی طرح لازم ہے جسطرح وصال سے قبل لازم تھی۔

لہذا حضور کا کلام جو کتابی شکل میں ہم تک پہنچا وہ ایسے ہی ہے جیسے ہم حضور کی زبان فیض ترجمان سے سن رہے ہیں، پس جب بھی حضور کی حدیث پڑھی جائے تو حاضرین پر واجب ہے اس پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں، اس سے اعراض نہ کریں، جیسا کہ حضور کی مجلس میں بیٹھ کر حضور کی زبان سے سننا لازم تھا۔ (تفسیر قرطبی)

(۴) حضور اقدس ﷺ کا حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے یہ فرمانا کہ تم جنتی ہو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا ہے، حضور جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچانتے ہیں۔

علم تصوف:

بعض گناہوں کی نحوست سے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں، اس لیے بندہ مومن کو ڈرتے رہنا چاہیے مبادا اس کی نیکیاں ضائع ہو جائیں۔ ہمارے اکابرین اس خوف سے ہمیشہ لرزاں رہتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے جبکہ میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا، اس اندیشے کے پیش نظر کہ مبادا میں اس کا شکار ہو جاؤں۔ (بخاری شریف)

جن گناہوں کی وجہ سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: کفری گناہ، غیر کفری گناہ۔ کفری گناہ انسان کے سارے اعمال ضائع کردیتے ہیں، اس شخص کے نامۂ اعمال میں کوئی بھی نیکی باقی نہیں رہتی، (العیاذ باللہ) اعمال غیر کفری، گناہ کبیرہ ہیں۔ اس لیے کہ کسی گناہ کی وجہ سے اعمال کا برباد ہو جانا یہ گناہ گار کے لیے سخت وعید ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہونے کی علامت ہے۔

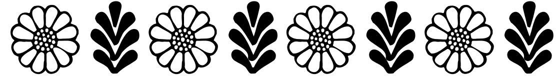
اعمال برباد ہونے کے کفری اسباب:

(۱) شرک (۲) اللہ کی نشانیوں اور قیامت کے دن کو جھٹلانا (۳) کفر پر موت (۴) اللہ تعالی کے نازل کردہ کلام کو ناپسند کرنا (۵) اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی چیزوں کی پیروی کرنا (۶) نفاق (۷) اللہ تعالی کے راستے سے روکنا اور رسول کی مخالفت کرنا (۸) نبیوں اور انصاف کا حکم دینے والوں کا قتل۔

اعمال برباد ہونے کے غیر کفری اسباب:

(۱) ریاکاری (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند کرنا (۳) نمازِ عصر ترک کرنا (۴) احسان جتانا (۵) تنہائی میں اللہ تعالی کی حرمتوں کو توڑنا (حتی لا یحبط عملك وانت لا تشعر ملخصا)

غیرمنقوط ترجمہ: اے اہل اسلام! رسول کی صدا سے صداؤں کو اعلیٰ کرواس سے دور رہو اور رسول کے گرد اک دوسرے کی طرح اعلی صدا سے کلام کرواس سے الگ رہو اس ڈر سے کہ اعمال صالحہ ہلاک ہوں گے۔ حالاں کہ اس کے احساس سے اے لوگو! محروم رہو۔



درس حدیث

درس بخاری شریف

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات

از مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ يَعْنِي اِبْنِ كيسان عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ حَدَّثَ اَنَّ عُبَيْدِ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ اَخْبَرَهُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قيسِ بن حصن الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى ، قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ : هُوَ خَضِرٌ ، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : اِنِّي تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيْلَ اِلَى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِذْ جَائَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ ، قَالَ مُوسَى لاَ فَأَوْحَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَى السَبِيْلَ اِلَيْهِ فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الْحُوْتَ آيَةً وَ قِيْلَ لَهُ اِذْ أَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّي نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَ مَا أَنْسَانِيْهِ اِلاَّ الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آ ثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِي كِتَابِهِ"

ترجمہ: مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن غریر زہری نے، وہ کہتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد صالح نے یعنی ابن کیسان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور ان سے ابن شہاب نے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتایا کہ میرے اور حر بن قیس بن حصن فرازی کے درمیان حضرت موسیٰ کے صاحب کے بارے میں اختلاف ہوا، حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ وہ خضر ہیں، اچانک حضرت ابی بن کعب کا ان دونوں کے پاس سے گزر ہوا، حضرت ابن عباس نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اور میرے ساتھی کا آپس میں حضرت موسی کے صاحب کے بارے میں اختلاف ہے جن سے ملاقات کے لیے حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے راستے کا سوال کیا تھا کیا آپ نے نبی ﷺ سے ان کے متعلق کوئی ذکر سنا ہے؟ ابی بن کعب نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: سرکار ﷺ فرماتے ہیں: حضرت موسی ایک مرتبہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے تبھی ایک شخص آیا تو وہ کہنے لگا کیا آپ کسی ایسے شخص کو بھی جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت موسی کی طرف وحی فرمائی: کیوں نہیں! ہمارا ایک بندہ خضر تم سے زیادہ علم والا ہے، تو حضرت موسی نے ان سے ملاقات کے لیے راستہ پوچھا، تو اللہ تعالی نے ایک مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا جب تم مچھلی کو گرم کر دو تو واپس پلٹنا بے شک اس بندے سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی اور حضرت موسی سمندر میں مچھلی کے گم ہونے سے متعلق اتباع کرتے رہے۔

تو ان کے ساتھی (حضرت یوشع بن نون) نے کہا کیا آپ نے دیکھا جس وقت ہم چٹان کی طرف آئے تھے (تو مچھلی گم ہو گئی) تو میں مچھلی کو بھول گیا اور بے شک اس کے ذکر سے شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا۔ حضرت موسی نے فرمایا یہ ہی وہ چیز تھی، جس کی ہم تلاش میں نکلے تو وہ دونوں پلٹے اپنے قدموں کے نشانات پر تو دونوں کی ملاقات حضرت خضر سے ہو گئی تو یہ ان کا معاملہ تھا جو اللہ عزوجل نے
اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

حدیث سے متعلق کچھ ضروری وضاحت اور ما قبل سے مناسبت:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس سے پہلے باب قائم فرمایا تھا: اغتباط فی العلم اور یہ باب اس بارے میں طلب علم میں اگر مشقت بھی اٹھانا پڑے تو اٹھانا چاہیے۔

ایک اعتراض: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذھاب فی البحر یعنی حضرت موسی علیہ الصلوۃ وسلام کا حضرت یوشع بن نون کے ساتھ حضرت خضر کے پاس سمندر میں جانا حالاں کہ آپ سمندر میں نہیں گئے تھے بلکہ خشکی میں گئے تھے۔

جواب: یہ ہے کہ سفر کا اگرچہ پہلا حصہ خشکی میں تھا لیکن جب حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تھی تو سمندر میں ہوئی تھی۔

کچھ حضرت موسی سے متعلق گفتگو:

حضرت موسی ابن عمران بن سحر ہیں حضرت موسی کی پیدائش کے وقت حضرت عمران کی عمر ۷۰ سال کی تھی اور ان کی عمر ۱۳۷ سال کی ہوئی حضرت موسی کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی آپ کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب ابن ریان تھ،ااور اس کی عمر چار سو برس ہوئی تھی۔

موسی یہ معرب ہے موشٰی کا اور یہ نام فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے رکھا تھا جب کہ آپ تابوت میں ملے تھے کیوں کہ جس نہر میں ملے تھے اس میں ایک درخت تھا اور آپ پانی اور درخت کے درمیان ملے تھے تو"مو"کا معنی قبطی زبان میں پانی ہے"شی"کا معنی درخت ہے اور یہ ہوا موشٰی اس کو معرب بنا کر موسی کہا گیا۔

کچھ حضرت خضر سے متعلق گفتگو:

حضرت خضر سے متعلق یہ ہے کہ یہ خَضِر، خِضر، خَضر تینوں پڑھ سکتے ہیں ان کا نام تھا بلیا، اللہ رب العزت نے انہیں کثیر علوم غیب عطا فرمائے تھے بعض علمانے انہیں نبی اور بعض نے غیر نبی کہا اور علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نبی تھے۔

دلیل: اس کی دلیل یہ ہے کے انہوں نے حضرت موسی کے ساتھ جو تین کام کئے تھے مجھے تو کہا تھا: ومافعلته عن امری یعنی میں نے خود سے یہ کام نہیں کیے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کام انہوں نے اللہ کی وحی سے انجام دیے تو یہ نبی ہوئے۔

دوسری دلیل:

یہ ہے کے یہ حضرت موسی سے علم مخصوص میں اعلم تھے اور غیر نبی کا نبی سے اعلم ہونا بعید ہے۔

تیسری دلیل:

یہ ہے کہ انہوں نے بچہ کے قتل پر اقدام کیا تھا اور یہ کام (اقدام) بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا ہے ان کے متعلق جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ آج بھی زندہ ہیں اور لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

کچھ حدیث شریف سے متعلق وضاحت:

حضرت نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت موسی کا علم حاصل کرنے کے لیے جانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم کی کوشش جاری رکھنا چاہیے، ہمارے بعض علمانے فرمایا ہے کہ جب تک طالب علم علم کی طلب میں لگا رہتا ہے اس پر علم کا فیضان جاری رہتا ہے اور جب طلب کو چھوڑ دیتا ہے تو علمی فیضان بند ہو جاتا ہے ساتھ ہی یہ کہ حضرت موسی نے حضرت یوشع بن نون کے ساتھ جس چشمے سے وضو کیا تھا

وہ چشمۂ آبِ حیات تھا جب حضرت موسی سمندر میں حضرت خضر سے ملاقات کے لیے گئے مچھلی کی بنائی ہوئی سرنگ کے راستے پر حضرت موسی نے جا کر دیکھا کہ حضرت خضر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں، آپ نے جا کر کہا السلام علیکم اس پر حضرت خضر نے کہا: إني بأرضنا سلام ہماری سرزمین پر سلام کہاں۔

حضرت خضر نے ایسا کیوں کہا تو اس کی مختلف وجوہات ہیں:

(۱) یا تو یہ جملہ اس لیے کہا کیوں کہ وہ علاقہ کافروں کا تھا تو بتانا یہ تھا کہ یہ سلام کرنے والا کون آگیا۔

(۲) یا وہاں پر تحیت لفظ سلام کے لیے نہیں تھا بلکہ کسی اور لفظ سے تحیت مشہور و معروف تھی تو آپ نے کہا کہ یہاں سلام کہنے والا کون آگیا۔

(۳) یا یہ ہے کہ ہم تو سمندر کے نیچے ہیں اور تم کہتے ہو السلام علیکم یہاں سلامتی کہاں، بلکہ یہ تو ہولناک منظر ہے۔ پھر حضرت موسی نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں حضرت خضر نے کہا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ تو حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ جی ہاں تو

کہا تھا کہ آپ یہاں پر کیسے تشریف لائے؟۔ حضرت موسی نے کہا کہ میں آپ سے مزید علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں اس پر حضرت خضر نے کہا کہ تمہارے پاس وہ علم ہے جو اللہ تبارک و تعالی نے تمہیں عطافرمایا ہے ہمیں نہیں، اور ہمیں وہ علم عطا فرمایا ہے جو تمہیں نہیں یعنی تمھیں علم شریعت عطا فرمایا ہے اور آپ کے پاس معارف ہیں اور اللہ نے مجھے علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں تو میں ایسے امور انجام دوں گا جس پر آپ صبر نہ کر پاؤ گے۔ اس پر حضرت موسی نے کہا تھا: "ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعاصی لك امرا" یہ پورا واقعہ مدارک شریف میں منقول ہے۔

بہر حال یہاں بتانا یہ ہے کہ جب حضرت حر بن قیس اور حضرت عبد اللہ ابن عباس میں میں اختلاف ہوا تھا تو حضرت ابی بن کعب نے یہ بتایا تھا کہ جن سے حضرت موسی ملاقات کرنے گئے تھے وہ حضرت خضر ہی تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں۔

حدیث سے پاک سے متعلق کچھ اور ضروری گفتگو:

حدیث سے پاک میں ذکر کیا گیا اس آیت کریمہ: ومَاأَنْسَانِيْهُ اِلَّاالشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ اس میں (أن اذكره انسانيه) میں ھا ضمیر سے بدل الاشتمال ہے۔

(۲) اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ علم حاصل کرنے کے لیے تلاش وجستجو کرنا انبیاے کرام کی سنت کریمہ ہے

(۳) علم صفت حمیدہ ہے، اسے حاصل کرنے میں اگر مشقت گوارا کرنا پڑے تو کرنا چاہیے۔

(۴) حضرت حر بن قیس اور عبد اللہ ابن عباس حضرت خضر کو کہتے تھے جب کہ حر بن قیس کوئی اور دوسری بات کہتے تھے اور ایک اور اختلاف عبد اللہ بن عباس اس اور نفا فے بکالی کے درمیان ہوا تھا کہ حضرت خضر سے ملاقات کرنے والے حضرت موسی صاحب توریت تھے یا موسی ابن عمران (حضرت مریم کے بھائی) تھے یہ اختلاف ابھی آگے آئے گا ان شاء اللہ حدیث پاک میں جو ابی بن کعب کو بلانے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس وہی بیٹھے رہے بلکہ حضرت عبد اللہ کھڑے ہوئے پھر سوال کیا کیوں کہ آپ جس سے علم حاصل کرتے تھے اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے جیسا کہ یہ بات بہت مشہور ہے کہ آپ جس سے علم حاصل کرتے اسے بڑے ادب سے پیش آتے۔

(۵) اس روایت میں یہ ہے کہ ایک صاحب نے معلوم کیا کہ کیا آپ خود سے زیادہ علم والا کسی کو جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں

اور کتاب التفسیر کی روایت میں ہے کہ سوال کیا گیا "ای الناس اعلم" آپ نے فرمایا (میں) تو آپ کا یہ جواب حقیقت پر مشتمل تھا کیونکہ آپ نبی ہیں اور نبی اعلم الناس ہوتا ہے ان کی انا کا مطلب ہوگا (انا اعلم فی اعتقادہ) اپنے اعتقاد میں میں سب سے بڑا عالم ہوں اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے لیکن اللہ کی جانب سے حضرت موسیٰ کو یہ تنبیہ کی اور آئندہ لوگوں کے لیے تلقین کی تھی اس کے جواب میں اللہ اعلم بالصواب کہے یہ نہ کہے کہ میں زیادہ علم والا ہوں۔

(٦) حضرت خضر علیہ السلام علوم غیبیہ میں بڑے عالم تھے اور موسی علیہ الصلوۃ والسلام علم شریعت اور وظائف نبوت میں علی الاطلاق بڑے عالم تھے اس لیے حضرت خضر نے کہا تھا جیسا کہ مدارک شریف میں ہے" انك على علم من علم الله علمك لا اعلمه و انا على علم من علم الله علمنيه لا تعلمه" لہذا حضرت موسی کو انا کے جواب میں تنبیہ مقصود تھی کہ انا اعلم نہ کہا جائے ساتھ ہی یہ ہے کہ حضرت موسی کو حضرت خضر کے پاس تعلیم کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ تادیب کے لیے بھیجا گیا تھا۔

احکام مستنبط:

اس حدیث پاک سے چند باتیں اور چند مسائل مستنبط ہوں گے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ علم میں بحث کرنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مقصود طلب حق ہو تعنت نہ ہو۔

(۲) یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر دو عالموں میں اختلاف ہو جائے تو اپنے سے بڑے عالم کی طرف التفات کرنا چاہیے۔

(۳) یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عالم کو چاہیے کہ زیادتی علم کی رغبت اور اس پر حرص رکھے اور جو علم حاصل ہے اس پر حرص رکھے اور جو علم حاصل ہے اس پر قناعت نہ کرے۔

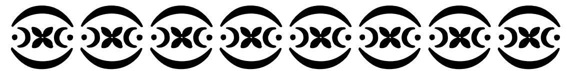
(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ تواضع واجب ہے، اس لیے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب اس وقت فرمایا جب علم اللہ کے سپرد کرنے کے بجائے آپ نے "انا اعلم" کہا۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ زاد (توشہ) ساتھ میں رکھنا یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یوشع حضرت موسیٰ کی خدمت کرتے تھے لہذا شاگرد اپنے استاذ کی خدمت کرے اور استاذ خدمت لے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور علم وادب کے سکھانے پر عوض نہیں ہوگا بلکہ شاگرد کو آداب سے آگاہ کرنا ہوگا۔

(۷) یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علم کے لیے سفر کرنا یہ انبیاے کرام کی سنت ہے چاہے سفر بحری ہو یا بری ہو یا فضائی ہو۔

(۸) آٹھویں بات یہ معلوم ہوئی کہ خبر واحد صادق کا قبول کرنا جائز ہے۔



شرعی مسائل

مفتیان کرام کے جوابات

مفتی ذیشان رضا مصباحی و مفتی مشتاق احمد امجدی

اہل حدیث غیر مقلد کے یہاں شادی بیاہ میں شریک ہونا

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان کرام اس مسئلہ میں اہل حدیث غیر مقلد کے یہاں شادی بیاہ میں شریک ہونا، ان کے یہاں کھانا کھانا جائز یا نہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: شمشیر حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب_______: نام نہاد اہل حدیث یعنی غیر مقلد ایک بدمذہب اور جہنمی فرقہ ہے، اس لئے اہل حدیث یعنی غیر مقلد کے یہاں بیاہ شادی میں شرکت کرنا، ان کے یہاں کھانا کھانا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ اَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ الله عَنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ "اياكم واياهم لايضلونكم ولايفتنونكم إن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم وإن لقيتمو هم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولاتناكحو هم ولاتصلواعليهم ولاتصلوامعهم" (یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان متین اس مسئلہ میں کہ مہر فاطمی یعنی حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر کیا ہے، اور کتنا ہے آج کے کلو گرام کے حساب سے کتنا ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عابد حسین، جسپور، اترا کھنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب_______: مہر فاطمی کی مقدار آج کے مروجہ کلو گرام کے حساب سے ایک کلو آٹھ سو چھیاسی گرام دو سو چالیس ملی گرام چاندی ہے۔ مارکیٹ میں آج کل جو چاندی کا ریٹ چل رہا ہے اسی کے مطابق حساب لگالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد ذیشان رضا مصباحی

خادم تدریس و افتا
جامعہ عربیہ بدر العلوم جسپور



ہوم لون کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہوم لون لے کر اس پیسوں سے کاروبار کرنا کیسا ہے؟ (۲) موٹر سائیکل پر لون لے کر اس پیسوں سے کاروبار کرنا کیسا؟ (۳) سونا چاندی گروی رکھ کر اس سے جو پیسے ملتے ہیں اس کا لینا کیسا؟

المستفتی: محمد ابراہیم رضا قادری، ناسک

الجواب ــــــ مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما

﴿۲/۱﴾ بینک سے لون لینے پر بظاہر اپنا نقصان اور غیروں کو فائدہ پہونچانا ہے جو نہ ذمی ہے یا نہ مستامن، اس لیے عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہاں اگر وہ بینک سے قرض لے کر کاروبار کرتا ہے خواہ یہ قرض ہوم لون کے نام پر ہو یا موٹر سائیکل وغیرہ یا کسی اور نام پر اور قرض لینے والے کو ظن غالب ہو کہ ہم اس پیسے سے کاروبار کرکے قرض پر دی جانے والی زائد رقم کے برابر یا اس سے زیادہ نفع حاصل کر لیں گے اور ٹیکس کی ادائیگی سے بھی بہت حد تک بچ جائیں گے یا کم سے کم ٹیکس ادا کرنا پڑے گا تو اس صورت میں گورمنٹ کے زیر انتظام بینکوں سے قرض لے کر کاروبار کرنے کی شرعا اجازت ہے کیونکہ اس صورت میں درحقیقت کاروبار کرنے والے مسلم کا نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے اس لیے اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، حدیث شریف میں ہے: لا ربا بين المسلم و الحربي في دارالحرب، ہدایہ میں ہے: لان مالهم مباح في دارهم باي طريق اخذه المسلم اخذا مالا مباحا اذالم يكن فيه غدر[آخرین، ص:۷۰] فتح القدیر میں اسی کے تحت ہے: فالظاهر ان الاباحة تفيد نيل المسلم الزيادة وقد التزم الاصحاب في الدرس ان مرادهم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزيادة للمسلم نظرا الى العلة[ج:۷، ص:۳۹] واللہ تعالی اعلم

﴿۳﴾ اپنی ملکیت کا سونا چاندی گروی رکھ کر بینک سے قرض لینا شرعا جائز نہیں کیونکہ وہ اپنا سونا چاندی بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے ہاں اگر سونا چاندی اپنا نہیں ہے بلکہ کسی سے گروی رکھنے کے لیے بطور عاریت (منگنی) لیا ہے اور واقعۃً اسے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تو بربنائے ضرورت شرعیہ بقدر ضرورت زیادتی کی شرط پر قرض لینا جائز ہے، فقیہ بے بدل امام احمد رضا قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں قمطراز ہیں: سود جس طرح لینا حرام ہے یوہیں دینا بھی حرام ہے جب تک سچی حقیقی مجبوری نہ ہو زیور اگر اپنا ہے تو اسے رہن رکھ کر سودی روپیہ نکلوانا حرام کہ یہ مجبوری نہ ہوئی زیور بیچ کیوں نہیں ڈالتا اور اگر دوسرے سے رہن رکھنے کے لیے مانگ کر لیا ہے اور پاس کوئی چیز ایسی نہیں جسے بیچ کر کام نکال سکے اور قرض لینے کی ضرورت و مجبوری ہے تو جائز ہے (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۹۳) واللہ تعالیٰ اعلم

بینک کے منافع مساجد میں استعمال کرنے کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ بینک سے جو انٹرنس ملتا ہے تو اس پیسے کو مسجد کے لیٹرین باتھ روم میں یا مسجد کے دیگر کاموں میں لگانا کیسا ہے؟

سائل: محمد عبداللہ ہردا، مدھیہ پردیش

الجواب ــــــ مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما

ہندوستان اگرچہ ایک جمہوری ملک ہے لیکن یہاں حکومت سازی میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، یونہی اس کے ماتحت چلنے والے اداروں میں عمل دخل میں بھی انہیں کا غلبہ ہے اور احکام شرعیہ کی بنیاد اغلب اور اکثر پر ہی ہوتا ہے، پس غلبے کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں کی حکومت کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات میں وہی حکم ہوگا جو غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کا حکم ہے، غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کے بارے میں کتب فقہ میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ وہ اپنی مرضی اور راضی خوشی سے مسلمانوں کو کچھ دیں تو وہ مسلمانوں کے لیے جائز ومباح ہے لیکن مسلمان اسے سود سمجھ کر نہ لیں بلکہ مال مباح سمجھ کر لیں لہذا یہاں کی حکومت کے تحت چلنے والے بینکوں، ڈاک خانوں یا خالص غیر مسلموں کی کسی نجی کمپنیوں سے جو زائد رقم ملے اسے مباح سمجھ کر مسلمانوں کو لینا اور اسے مسجد کے لیٹرین، باتھ روم یا مسجد کے دیگر کاموں یا اس کے علاوہ کسی اور مصرفِ خیر میں استعمال کرنا جائز ہے، اس میں شرعا کچھ قباحت نہیں۔ ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے: ان مالهم مباح في دارهم فباي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذالم يكن فيه غدر[هدايه آخرين، باب الربا، ۷۰] صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں قلمبند فرماتے ہیں: اگر وہ بینک صرف

کفار کا ہے اور اس میں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ بینک والے کچھ زائد رقم دیتے ہیں تو مسلمانوں کو اس نیت سے لینا جائز ہے کہ کافر اپنا مال اپنی خوشی سے دیتا ہے، سود کی نیت سے لینا جائز نہیں[فتاویٰ امجدیہ، سوم، ص۲۲۵]اسی میں دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں: بینک سے جو رقم زائد ملتی ہے وہ سود نہیں، اس کو کسی نیک کام میں خرچ کرنا بھی جائز ہے، کافر غیر ذمی سے جو مال بلا غدر حاصل ہو اس میں اصلا حرج نہیں، اگرچہ وہ کچھ بھی سمجھ کر دیں مگر اسے سود سمجھ کر لینا ناجائز ہے[ایضا، ص۲۲۴] فتاویٰ بحر العلوم میں ہے :ہندوستان کے غیر مسلم اگر اپنی مرضی سے کوئی رقم مسلمانوں کو دیں اور اس کے لیے غدر یا عزت کو خطرہ نہ ہو تو اس کا لینا جائز ہے اس کو جس مصرف میں خرچ کریں گے جائز ہوگا[جلد سوم، ص ۴۵]واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر تعمیر مسجد کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے مدرسہ کے لیے ایک زمین خریدی ہے جو کہ تقریبا ۳ایکڑ ہے اور اس میں مدرسہ بھی قائم ہے اور چل بھی رہا ہے جس جگہ پر مدرسہ کی عمارت قائم ہے اس کے پیچھے ہی مدرسہ کی زمین کا کچھ حصہ خالی پڑا ہے جو کہ وہ جگہ مدرسہ کے کام میں نہیں آنے والی ہے، اس لیے اس جگہ کی قیمت ادا کر کے اس جگہ میں مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور وہاں مسجد کی سخت ضرورت بھی ہے کیوں کہ وہاں وہابی لوگ مسجد بنانے کے لیے تلے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے وہاں کے سنی بچوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے آپ سبھی علمائے کرام ومفتیان عظام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ ایسی جگہ میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: عبداللہ، سیتامڑھی، بہار

الجواب ــــــــــ مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما

جو جائداد جس مقصد کے لیے وقف ہوا سے اسی مصرف میں استعمال کرنا واجب ہے، ردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہ میں ہے: الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه[ج/۶، ص/ ۵۸۹] سوال میں یہ وضاحت ہے کہ وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف ہے لہذا وہ زمین ہر حال میں مدرسہ ہی کے لیے استعمال ہوگی اسے مدرسہ کے علاوہ کسی اور کام کے لے استعمال کرنا جائز نہیں کہ وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا حرام وگناہ ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:لایجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولاالرباط دکانا (ج:۲، ص:۴۹۰)

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر بچوں کا ہاسٹل، اسٹور روم، وضو خانہ، استنجا خانہ وغیرہ مدرسہ کے لوازمات سے ہیں اور اس زمین پر ان چیزوں کی تعمیر جائز ہے یونہی ادائے نماز کے لیے مسجد کی تعمیر بھی مدرسہ کے لوازمات سے ہے لہذا اس آراضی کے ایک حصہ پر مسجد تعمیر کرنا بھی جائز ہوگا خصوصا جب کہ مسجد نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے سنی بچوں کا ایمان خطرے میں ہے جیساکہ سوال سے ظاہر ہے تو ایسی صورت میں مدرسہ کمیٹی کے افراد پر لازم وضروری ہے کہ اس خالی حصے میں مسجد تعمیر کریں کہ وہاں کے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت بھی فرض ہے، تو جب مسجد مدرسہ کے لیے ضروری ہے تو مدرسہ کے دیگر لوازمات کی طرح مسجد کی تعمیر بھی جائز ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے البقعة الموقوفة علی جهة اذابنی رجل فیها بناءا و وقفها علی تلك الجهة یجوز بلاخلاف تبعا لها[ج:۲، ص:۳۶۲]واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ مشتاق احمد امجدی غفرلہ

ازہری دار الافتا
امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک
۲۵/ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

تحقیقات

غیر مسلموں کے حقوق اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

محمد نفیس القادری امجدی مراد آبادی

ابتدائے اسلام اور عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں کیا گیا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد وپیمان اور قول واقرار کے ذریعے اس تحفظ کو قانونی حیثیت عطا فرمادی تھی۔ اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں اسلام نے دو بنیادی تصور بیان کئے ہیں: (۱) کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اور اسلام سب کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں اس بات کی توضیح فرمائی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کلکم من آدم وآدم من تراب (مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۱۳۰۸۹) تم سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ اور جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً (بنی اسرائیل: آیت نمبر ۷۰)

اور بے شک ہم نے اولاد آدم علیہ السلام کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا (کنزالایمان) معبود برحق نے انسان کو عقل وعلم و گویائی، پاکیزہ صورت، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلا و تسخیر عطا فرما کر اور اس کے علاوہ اور بہت سی فضیلتیں دے کر لائقِ تعظیم و تکریم بنایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں اپنی تعلیمات کا خلاصہ دو جملوں میں پیش فرمایا: إن الٰهكم واحد وإن اباكم واحد (کنز العمال، حدیث نمبر: ۵۶۵۲) یقیناً تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہی ہیں۔ تمام انسانوں کی ایک ماں باپ سے پیدائش کے تصور سے دوسرا تصور انسانی اُخوت کا پیدا ہوتا ہے کہ تمام انسان، چاہے وہ کسی مذہب کے ماننے والے ہوں، کسی خاندان سے ان کا تعلق ہو، کالے ہوں یا گورے، سب بھائی بھائی ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام بنی آدم بھائی بھائی ہیں۔ (ابوداؤد)

(۲) بنیادی تصور یہ ہے کہ انسان بحیثیت انسان قابل احترام ہے، اور دنیا کی جو بے شمار نعمتیں ہیں، چاہے ان کا تعلق خشکی سے ہو یا سمندر سے، اور اللہ رب العزت جل جلالہ نے اس کائنات میں جو بھی پاک غذائیں پیدا کی ہیں، ان سب میں تمام انسانوں کا حق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے مختلف ارشادات میں انسان کی فطری شرافت واکرام کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم، وہ انسان ہونے کی حیثیت سے قابل احترام اور باعزت ہے اور کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو وسائل رکھے ہیں، ان پر صرف مسلمانوں کا حق نہیں ہے؛ بلکہ تمام انسانوں کا حق ہے۔ یہ دو بنیادی اُصول ہیں جن پر اسلامی نقطۂ نظر سے مسلم و غیر مسلم تعلقات کی بنیاد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اخلاق واُصول کے ذریعہ اس کے عملی نمونے پیش کئے ہیں۔

اکرام واحترام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ باہمی احترام و

اکرام کا معاملہ فرماتے۔ اور متعدد مرتبہ غیر مسلم بادشاہوں اور سرداروں کو خطوط لکھے اور انھیں اسی لقب سے مخاطب کیا، جس لقب سے ان کی رعایا ان کا ذکر کیا کرتی تھی، جیسے روم کے بادشاہ ہرقل کے لئے عظیم الروم۔ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے لئے عظیم الفارس۔ اور حبش کے بادشاہ نجاشی کے لئے، عظیم الحبش (بخاری) اور عظیم سے مراد عظمت والی شخصیت، باعزت ہستی۔ ظاہر ہے کہ اس میں مخاطب کا احترام ہے۔ کہ ابو جہل اسلام اور نبی کریم ﷺ کا بدترین دشمن تھا، اس نے آپ کو تکلیف پہنچانے اور بُرا بھلا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چونکہ اس کے اندر فیصلہ کرنے اور لوگوں کے معاملات کو حل کرنے کی خاص صلاحیت تھی؛ اس لئے اہل مکہ اس کو "ابو الحکم" کہتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے بھی اس کو ابو الحکم کے لفظ ہی سے مخاطب فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام، ج:۱، ص:۳۸۹) ابوسفیان ایمان نہیں لائے تھے اور وہ اہل مکہ کے سردار تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا: تو نبی کریم ﷺ نے کہا: جو لوگ اپنے گھر میں داخل ہو جائیں، ان کے لئے امن ہے:

"من دخل داره فهو اٰمن" آپ کے اس ارشاد میں ابوسفیان کا گھر بھی داخل تھا؛ لیکن ابوسفیان کے اعزاز واکرام کے لئے آپ ﷺ نے خصوصی طور پر اعلان فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اسکے لئے امن ہے: من دخل دار ابی سفیان فهو اٰمن. (مسلم شریف)

نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے چاہا کہ کعبۃ اللہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کا موقع مل جائے، کعبہ کی کنجی قبیلہ بنو شیبہ کے پاس رہا کرتی تھی اور اس وقت یہ کنجی اس قبیلہ کے ایک شخص عثمان بن طلحہ شیبی کے پاس تھی، کسی شخص کے پاس کعبۃ اللہ کی کنجی کا ہونا اس کے لئے بہت اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کے لوگ چاہتے تھے کہ کنجی انھیں مل جائے۔ ان کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ (جو آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی) نے درخواست کی کہ کلید کعبہ بھی ہمیں دے دی جائے، تاکہ کعبۃ اللہ کی خدمت "سقایہ" (پانی پلائی) تو پہلے سے بنو ہاشم کے پاس ہے، یہ دوسرا "اعزاز حجابہ" (کلید برداری) بھی بنو ہاشم کو مل جائے۔ جب آپ ﷺ کعبۃ اللہ سے باہر تشریف لائے تو عثمان شیبی کو طلب کیا اور انھیں یہ کہتے ہوئے کنجی واپس فرمادی کہ آج کا دن حسن سلوک کا اور عہد کو نبھانے کا دن ہے۔ (سیرت ابن ہشام، ج:۲ص:۴۱۲) یہ عربوں کے معاشرہ میں غیر معمولی اعزاز کی بات تھی اور اس اعزاز واکرام کا معاملہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے شخص کے ساتھ فرمایا، جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوا تھا اور جنھوں نے آپ ﷺ کی خواہش کے باوجود کعبہ میں دو رکعت نماز تک پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۴۴۶)

رسول کریم ﷺ نے اس کی زندگی میں ہی نہیں، بلکہ مرنے کے بعد بھی اس تکریم و احترام کو پیش نظر رکھا، چنانچہ حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعد کے بارے میں روایت ہے کہ وہ دونوں قادسیہ (ایران کے مقام کا نام) میں بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے جنازہ گزرا تو یہ دونوں حضرات کھڑے ہو گئے، کہا گیا: یہ کسی مسلمان کا جنازہ نہیں ہے، غیر مسلم کا جنازہ ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ بھی کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ انسان نہیں تھا؟ الیست نفساً (بخاری، مسلم)

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت و توقیر کا حکم دیا ہے (ترمذی) اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں کہ مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر میں غیر مسلموں کے حقوق یہ ہیں۔ کہ جو مسلمانوں کے غیر مسلم رشتہ دار ہوں، ان کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کی تاکید کی گئی، قرآن مجید میں بارہ مواقع پر رشتہ و قرابت کا لحاظ رکھنے کا حکم فرمایا گیا، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرابت دار کے ساتھ حسن

سلوک کرنے میں دوہرا ثواب ہے، صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی(ترمذی، حدیث نمبر:٦١٨)۔

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چاہتا ہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو رشتوں کا خیال رکھنا چاہئے (بخاری)

ایک دوسرے مقام پر آقائے کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو، وہ رشتوں کا پاس ولحاظ کرنے والا نہیں؛ بلکہ پاس ولحاظ رکھنے والا وہ شخص ہے کہ جو اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کرے، اور وہ اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا معاملہ کرے (بخاری)صلہ رحمی کی بنیاد مذہب پر نہیں ہوتی، رشتہ وقرابت پر ہوتی ہے، رشتہ دار چاہے مسلمان ہوں یا غیرمسلم، نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، حضرت اسماء بنت ابی بکر کی والدہ ان کے پاس مدینہ آئیں، حضرت اسماء نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں ان کو کچھ دے سکتی ہوں، حالاں کہ ابھی وہ مشرک تھیں، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا (بخاری) اسی طرح مختلف صحابہ کرام کے والدین یا ماں باپ میں سے کوئی ایک غیر مسلم تھے، جیسے حضرت ابو بکر کے والد حضرت قحافہ مکہ فتح ہونے تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن حضرت ابو بکر ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہے۔ حضرت ابوہریرہ کی والدہ ایمان نہیں لائی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کو بُرا بھلا کہتی تھیں، پھر بھی آپ ﷺ ان کو اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے (الدرالمنثور، ج:٢، ص:٥٢١)

اسی طرح کا معاملہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ کا بھی تھا، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بھی بہتر سلوک جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ مدینہ کے کئی انصاری صحابی اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کی مالی مدد کیا کرتے تھے، اِن مسلمانوں نے اپنے اُن رشتہ داروں کو اسلام لانے کی دعوت دی، مگر وہ مسلمان ہونے کو تیار نہیں ہوئے، تو انھوں نے ان کی مدد روک دی۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" (البقرہ:٢٧٢) انہیں راہ دینا تمہارے ذمے لازم نہیں ہاں اللہ رب العزت راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے (کنزالایمان)

قبل اسلام مسلمانوں کی یہود سے رشتہ داریاں تھیں اس وجہ سے وہ ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے مسلمان ہونے کے بعد انہیں یہود کے ساتھ سلوک کرنا ناگوار ہونے لگا۔ اور انہوں نے اس لئے ہاتھ روکنا چاہا کہ ان کے اس طرز عمل سے یہود اسلام کی طرف مائل ہوں اس پر یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

ابو طالب ایمان نہیں لائے، لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی مدد کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی پرورش کا ذمہ آپ نے قبول فرمالیا اور آپ ہی کی توجہ دہانی پر ان کے ایک اور صاحبزادہ حضرت عقیل کی پرورش کی ذمہ داری حضرت عباس نے قبول فرمائی۔ اہل مکہ قریب قریب سبھی آپ کے رشتہ دار تھے اور آپ ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا خیال رکھتے تھے؛ چنانچہ جیسا کہ آگے آرہا ہے، کہ جب مکہ میں شدید قحط پڑا تو نبی اقدس ﷺ نے ان کا خطیر مالی تعاون فرمایا۔ غیرمسلم پڑوسی جیسے رشتہ داری کا تعلق ایک قریبی تعلق ہوتا ہے، اسی طرح کا تعلق پڑوس کا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

"وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا" (سورۃ النساء، آیت ٣٦)

ترجمہ: اللہ رب العزت جل جلالہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے، بے شک اللہ رب العزت کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا، بڑائی مارنے والا۔ (کنزالایمان)

قرآن میں دو طرح کے پڑوسیوں کا ذکر ہے: (١) رشتہ دار پڑوسی (٢) اجنبی پڑوسی جس کو "الجارالجنب" سے تعبیر فرمایا گیا ہے، بعض مفسرین نے تو اس سے خاص طور پر غیر مسلم پڑوسی ہی

مراد لیا ہے، (تفسیر ابن کثیر، آیت مذکورہ کے تحت) اور ان دونوں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر اس کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص صاحب ایمان نہیں کہ جس کا پڑوسی اس کے شر سے مطمئن نہ ہو، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر ارشاد فرمائی (بخاری) پڑوسی سے مراد وہ شخص ہے جس کا مکان اس کے مکان سے قریب ہو، اس میں آپ ﷺ نے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی ان ہی تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے صحابہ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا خاص خیال رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر کے یہاں ایک بکری ذبح کی گئی، جب وہ گھر تشریف لے گئے تو دریافت کیا: کیا میرے فلاں یہودی پڑوسی کو گوشت بھیجا گیا؟ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمایا کرتے تھے (ابوداؤد)

ایک جنگ کے موقع پر غیر مسلم جنگی قیدیوں کے ساتھ حضور ﷺ نے ایسا حسن سلوک پیش کیا کہ ان کے دلوں میں اخلاق حسنہ کی دھاک بیٹھ جاتی۔ وہ جب رہا ہو کر اپنی قوم و قبیلہ میں چلے جاتے تو اُن کی زبانیں نبی کریم ﷺ کی مدح طراز ہو جاتیں۔ ایک غزوہ میں عرب کے چند پڑھے لکھے افراد بھی اسلامی فوج کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ چنانچہ ان کی رہائی کیلئے یہ شرط رکھی گئی کہ وہ اپنے علوم و فنون سے مسلمانوں کو بھی مستفید کریں گے۔ قید سے رہائی کا یہ انوکھا فدیہ عالموں کی قدر دانی کی بے نظیر مثال ہے۔ حضور ﷺ گویا اپنی پیروکاروں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ عالم چاہے غیر مسلم ہو یا مسلمان، قیدی ہو یا آزاد اس کی عزت و تکریم ہر حالت میں ہونی چاہیے۔ غیر مسلموں کے ساتھ پیغمبرِ اسلام ﷺ کا یہ حسن سلوک اس بات کی شہادت ہے، کہ اسلام اور پیغمبر اعظم ﷺ نے غیر مسلموں کے حقوق کا کس قدر خیال رکھا ہے۔ بطورِ انسان ہر شخص اسلام اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عزت و تکریم کا حق دار ہے۔ یہاں کے بنیادی اصولوں میں سے احترام آدمیت سب سے نمایاں اصول ہے۔ امن و سکون کے ماحول میں اسلام ہر ایک کیلئے امان کا ضامن ہے۔

چنانچہ غزوہ احد میں جب عتبہ ابنِ ابی وقاص نے نبی کریم ﷺ پر ایک پتھر پھینکا، جس سے نبی کریم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور ایک پتھر پیشانی مبارک پر جا لگا۔ شکستہ دندانِ مبارک کا کرب اور زخمی پیشانی پر رستے ہوئے پاک لہو سمیت جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر دعا ہوئے تو توقع کے عین مطابق نہ ہی اس جابر و جارح قوم کے حق میں بدّعا کی اور نہ ہی شکایت کا لہجہ اختیار کیا، بلکہ بر عکس اس کے ان شقی ترین دشمنوں کی ہدایت و بخشش کیلئے دعا فرمائی۔ جسکو تاریخ نے ان الفاظ میں محفوظ کر لیا ہے: ''اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لاَيَعْلَمُونَ'' (بخاری) خدایا! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ یہ جاہل و نادان ہیں۔

یہ ہیں غیر مسلموں کے حقوق اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر میں، مذہب اسلام کے علاوہ روئے زمین پر اسکی مثال نہیں مل سکتی لیکن اللہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں قرب ایمان اور پرہیزگاری سے حاصل ہو گا یعنی تقوی باللہ ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

نوٹ: میری تحریر میں مراد کفار لیڈران کا اکرام و احترام ان کے کفر کی بنیاد پر نہیں بلکہ بحیثیت انسان اور اسلام و مسلمان سے دفع ضرر کے وقت ہے۔

اللہ رب العزت جل جلالہ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل اور چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

حضور تاج الشریعہ کی محدثانہ عظمت

حاشیہ بخاری کی روشنی میں

از: مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

نبیرہ امام اہلِ سنت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، فخر ازہر، مرشد گرامی، سیدی الکریم، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی **محمد اختر رضا قادری** ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، حزم احتیاط، جملہ علوم میں کمال مہارت کی وجہ سے یگانۂ روزگار شہرۂ آفاق شخصیت کے حامل تھے۔ اپنے بیگانے سب ان کی علمی برتری کے قائل اور معترف تھے۔ پیچیدہ، لاینحل مسائل میں اکابر علماء آپ سے رجوع کرتے۔ اس طرح آپ کی مبارک ذات عوام و خواص سبھی کے لیے مرکز عقیدت تھی۔

اہل سنت کو حضرت سے ایسی والہانہ عقیدت و محبت تھی کہ پروانہ وار نثار ہونے کے پاکیزہ جذبۂ بیکراں سے ہمیشہ سرشار رہتے۔ حضرت جس علاقہ میں جلوہ افروز ہوتے سارا علاقہ سمٹ آتا اور حضرت کی زیارت، زبان حق ترجمان کے مبارک کلمات سے عقیدہ و ایمان کا تحفظ ہو جاتا، لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاء بار کرنوں میں مزید چمک آجاتی، کتنے بد عقیدہ بد مذہبیت سے توبہ کر کے داخل سلسلہ ہو جاتے، حضرت دست حق پرست پر بیعت ہونے والے افراد لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مذہب اہلِ سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی ترویج و اشاعت میں پوری زندگی وقف کر دی۔ عوام و خواص میں قبول عام کا بارگاہ ایزدی سے وافر حصہ ملا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ افراد بے شمار ہیں۔ ملک و بیرون ملک میں تبلیغی اسفار کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود فتویٰ نویسی اور درجنوں علمی کتابوں کے مصنف و مترجم ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کی ذات انفرادی خصوصیت کی حامل نظر آتی ہے۔ ہر تصنیف سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ علم کثیر، وسعت مطالعہ اور قلم سیال کے مالک ہیں۔ سب سے پہلے حضرت کی زیارت اور خطاب سننے کا موقع ۱۹۸۶ء میں اس وقت میسر آیا جب آپ افتتاح بخاری شریف کے لیے جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم قصبہ بھوج پور ضلع مرادآباد میں جلوہ فرما ہوئے۔ اسی موقع پر راقم الحروف کو شرف بیعت حاصل ہوا۔ حضرت نے حدیث مبارک "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات.... الخ" کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے ایسے علمی نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع سے داد و تحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

حضور تاج الشریعہ دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اپنے وقت کے امام اور عظیم و جلیل محدث تھے۔ حضرت کا حاشیۂ بخاری شریف اس پر شاہد عدل ہے جو علم حدیث میں گراں قدر قابل افتخار علمی سرمایہ ہے۔ حاشیہ بخاری شریف سے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں جس سے حضرت کی قوت استحضار، ندرت استدلال اور شان علم و فضل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارک "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات" کی تشریح کرتے ہوئے "فائدہ" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے زبان سے نماز کی نیت کی ہو۔ البتہ صحابہ کرام علیھم الرحمۃ و الرضوان نے زبان سے نیت کرنے کو مستحب قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے۔ بدعت صرف بدعت سیۂ نہیں ہوتی ہے بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہابیوں کا یہ گمان کہ ہر بدعت سیۂ ہے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے۔ بلکہ ان کا یہ گمان خود بدعت ہے اور وہ بدعتی ہیں۔ پھر اس تعلق سے احادیث مبارکہ، علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "مرقاۃ شرح مشکوۃ" کی تفصیلی عبارت نقل فرمائی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب قائم فرمایا: "بَابٌ قَوْلُ الله تعالیٰ: وَمَا اوتیتم مِنَ الْعِلْمِ اِلّا قَلِيلًا"، اور پوری آیت یہ ہے
وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلرُّوحِ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (سورۃ الاسراء آیت ۸۵)

اس کے اس حاشیہ میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے یہ تحریر فرمایا: اَرَاد بَاِيرَاد هذاالبَابِ المتَرجم بهٰذه الآية التَنبِيه عَلى ان مِنَ الْعِلْمِ شَياً لَمْ يطلع الله تعالىٰ نبيا وَلاغيْره۔ یعنی اس آیت کے ساتھ باب مقرر کرنے میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ کچھ علوم ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبی اور غیر نبی کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ اس حاشیہ کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس تنبیہ پر کوئی دلالت نہیں۔ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی جو تم گمان کرتے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم ﷺ کے حق میں ارشاد فرماتا ہے: "وَمَا عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَم" اور ارشاد فرمایا "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآن خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" (سورۃ الرحمن)

یعنی بیان ماکان و مایکون۔ اور کہا گیا ہے "الانسان" سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور قرآن منزل کی صفت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مُّبِينٍ" (سورۃ الانعام، آیت: ۵۹)

اور فرمایا "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (سورۃ النحل، آیت: ۸۹) اور لفظ "کل" صیغہ عموم ہے جو ہر شئی کو شامل، مفید استغراق ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عموم علم سے علم روح بھی مستثنیٰ نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو روح کا علم بھی عطا فرمایا گیا۔ سیاق آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش نے یہ سوال کیا کہ روح قدیم ہے یا حادث؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ روح موجود اور حادث ہے۔ کلمہ "کن" سے پیدا کی گئی۔ فرمایا "قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي" (سورۃ الاسراء، آیت: ۸۵) سائلین کے لیے جواب کو مبہم رکھا گیا ہے یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ اے سائلین! تمہیں اس کے علم کی کوئی راہ نہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا "وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا" یہ خطاب یہود وسائلین سے ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے یہ تشریح تفقھاً فرمائی پھر یہ تشریح تفسیر کبیر میں دیکھی خود فرماتے ہیں: هٰكذا كنت اظن ثمَّ رَاجعت التفسير الكبير فوجدته صرح بنحو مافهمته فالحمد لله على التوفيق.

تشریح بالا سے حضور تاج الشریعہ کا رسوخ فی العلم اور علمی کمال، وسعت استحضار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارک ہے: عن عبدالله ابن عمر رجلا قام فی المسجدفقال یارسول اللهﷺمن این تامرنا ان نهل؟ فقال رسول اللهﷺ یهل اهل المدینة من ذی الحلیفه و یهل اهل الشام من الجحفه و یهل اهل نجدمن قرن.

یعنی عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! احرام کس جگہ سے باندھا جائے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام مقام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔

اس حدیث کے تحت حضور تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں: فِيْهِ مُعْجزة عظيمة للنبيﷺ حيث اخبر بأن الناس يسلمون ويحجون البيت مِنْ كل مكان فعين لكل مهلا يهل مِنْهُ. یعنی نبی کریم ﷺ کا اہل شام، اہل نجد کے لیے میقات مقرر کرنا حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی کہ لوگ اسلام قبول کریں گے اور ہر طرف سے حج کے لیے آئیں گے تو حضور ﷺ نے سب کے لیے الگ الگ میقات مقرر فرمائی۔

اسی طرح پورا حاشیہ علمی نکات پر مشتمل اہم علمی ذخیرہ ہے۔ یہ حاشیہ بخاری شریف کے ساتھ مجلس برکات مبارک پور سے شائع ہو چکا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دنیا سے رخصت ہوئے تو دنیائے سنیت میں کہرام برپا ہو گیا۔ میر کارواں کا رخصت

مابقیہ صفحہ نمبر 48 پر ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل

حج بیت اللہ کے فضائل و اصطلاحات

مفتی افتخار الحسن قادری امجدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ العظیم والصلاۃ والسلام علی حبیبہ الکریم

اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں پر ایک دن میں پانچ وقت کی نماز، سال میں ایک ماہ کے روزے، صاحب استطاعت پر سال میں ایک مرتبہ مال کی زکوۃ اور مستطیع پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کا حج فرض فرمایا تاکہ ان عبادات کے ذریعہ بندۂ مومن اپنے مالک حقیقی کا قرب حاصل کرے، نامہ اعمال میں حسنات درج ہوں اور سیئات محو ہوں، نفس انسانی پاکیزہ ہو اور حیات دنیوی و اخروی کامیاب ہو۔

اگر غور کیا جائے تو عبادات مذکورہ تین قسم پر منحصر ہے، عبادتِ بدنی، عبادتِ مالی، عبادتِ لسانی، التحیات للہ والصلوۃ والطیبات میں تینوں کا ذکر موجود ہے، نماز عبادت لسانی و بدنی کا جامع ہے، روزہ خالص عبادت بدنی ہے، زکوۃ محض عبادت مالی ہے اور حج بیت اللہ تینوں کا سنگم ہے۔

حجاج کرام ایک خطیر رقم ادا کرکے عازم حرمین شریفین ہوتے ہیں، زبان پر لبیک کی صدائیں، حج کی دعائیں، درودوں کی ڈالیاں لئے ہوئے اپنے رب کے حضور باندازِ عاجزانہ و عاصیانہ شرم سے آنکھیں جھکائے حاضر ہوتے ہیں اور ارشاد باری تعالی: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس کا حج کرنا ہے (کنز الایمان، سورۃ النساء، آیۃ:۹۷) وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ترجمہ: حج اور عمرہ پورا کرو اللہ کے لئے (کنز الایمان، سورۃ البقرۃ، آیۃ:۱۹۸) کی تعمیل میں مصروف ہو جاتے ہیں مگر اتنی اہم عبادت کے احکام و مسائل اور اصطلاحات سے ناآشنائی، عدم علم اور اہل علم کی صحبت و تربیت سے دوری کی وجہ سے ارکان حج صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے بلکہ بسا اوقات جرم و جنایت کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن لاعلمی کی بنیاد پر کفارہ، صدقہ اور دم وغیرہ دیئے بغیر اس گمان میں واپس آجاتے ہیں کہ ان کا حج مکمل و تمام ہو چکا حالانکہ یوں ان کا حج و عمرہ ناقص و ناتمام رہ جاتا ہے اور حاجی صاحبان کو خبر تک نہیں ہوتی لہذا حج کی تکمیل اور اس کی درستگی کیلئے مسائل حج کا جاننا از حد ضروری ہے، اس سلسلہ میں حج کا ارادہ رکھنے والے ہر حاجی کے لئے مجدد دین و ملت امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت کا رسالہ "انوار البشار" اور حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی بہار شریعت حصہ ششم کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ زیر نظر تحریر میں اپنی بساط بھر چند اصطلاحات حج کی توضیح و تشریح قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ حجاج کرام کو ارکان حج کی ادائیگی میں آسانی ہو۔

حج: احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا اور کعبہ معظمہ کا طواف کرنا۔

حاجی: وہ شخص جو مقررہ شرائط کے مطابق کعبۃ اللہ کا حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کرکے آیا ہو۔

حج قران: ایک احرام میں حج و عمرہ دونوں کی نیت کرنا۔

قارن: اسے کہتے ہیں جو ایک احرام میں دونوں کی نیت کرے۔

حج تمتع: مکہ معظمہ پہنچ کر اشہر الحج (حج کے مہینوں شوال، ذی قعدہ، دس ذی الحجہ) میں عمرہ کرکے وہیں سے حج کا احرام باندھے۔ **تمتع:** حج تمتع کرنے والا۔

حج افراد: جس میں صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

مُفرد: حج افراد کرنے والا۔

عمرہ: زمانہ حج کے علاوہ مکہ معظمہ کی حاضری اور بیت اللہ کا

طواف کرنا، اس میں بحالت احرام طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے۔

احرام: جب حج، عمرہ یا دونوں کی نیت سے تلبیہ پڑھتے ہیں تو بعض حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں اور مجازاً ان چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی بحالت احرام استعمال کرتا ہے۔ **محرم:** حج کے لئے احرام باندھنے والا۔

اضطباع: احرام کی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر الٹے کاندھے پر اس طرح ڈالنا کہ سیدھا کاندھا کھلا رہے۔

تلبیہ: حاجی اور عمرہ کرنے والے جو ذکر کرتے ہیں یعنی
لبيك اللّٰهم لبيك لبيك لاشريك لك لبيك ان الحمد و النعمة والملك لاشريك لك.

میقات: وہ جگہ جہاں سے آفاقی کو احرام پہنے بغیر شہر مکہ معظمہ جانا جائز نہیں چاہے جس مقصد کے لئے جائے حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے رہنے والے بھی اس حد سے باہر جانے کے بعد مکہ شریف کے اندر جانا چاہیں تو ان کے لئے بھی بغیر احرام پہنے مکہ شریف جانا جائز نہیں

ذوالحلیفہ: یہ مدینہ طیبہ اور اس طرف سے مکہ شریف آنے والوں کے لئے میقات ہے اس جگہ کو **ابیار علی** بھی کہتے ہیں۔

ذات عراق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

جحفہ: ملک شام سے آنے والوں کیلئے یہ جگہ میقات ہے۔

قرن المنازل: نجد (ریاض) کی جانب سے آنے والوں کی میقات ہے جو طائف کے قریب ہے۔

یلملم: یہ یمن والوں کی میقات ہے اور اہل ہند اگر مدینہ طیبہ ہو کر نہ جائیں تو یلملم کی محاذات ان کے لئے میقات ہے۔

حرم: حرمت و تقدس والی وہ جگہ جو مکہ معظمہ سے چاروں میقات تک میلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ **حرم:** میقات یعنی حدود حرم میں رہنے والا۔ **حِل:** حدود حرم سے باہر کی جگہ۔

حلی: حدود حرم سے باہر رہنے والا۔

آفاقی: وہ شخص جو حدود میقات سے باہر رہتا ہو۔

میقاتی: وہ شخص جو میقات کی حد میں رہتا ہو۔

تنعیم: وہ جگہ جہاں سے مکہ مکرمہ میں قیام کے وقت عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں یہ جگہ جانب مدینہ منورہ مسجد الحرام سے تقریباً ۷ کلو میٹر دور ہے اس وقت یہاں مسجد عائشہ بنی ہوئی ہے ۔

جِعِرّانہ: حدود حرم سے باہر مکہ معظمہ سے تقریباً ۲۶ کلو میٹر دور طائف کے راستہ پر ہے جہاں سے مکہ مطہرہ میں قیام کے دوران عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں۔

مسجد الحرام: وہ مسجد جس میں خانہ کعبہ واقع ہے۔

باب السلام: مسجد حرام کا وہ دروازہ جو جانب مشرق واقع ہے ، پہلی بار داخلہ کے وقت اسی دروازہ سے داخل ہونا افضل ہے۔

کعبہ: اس کا دوسرا نام بیت اللہ شریف یعنی اللہ کا گھر ہے یہ دنیا کا مرکز اور سینٹر ہے پوری دنیا کے مسلمان اس کی جانب منھ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور اس کا طواف عبادت ہے۔

طواف: خانہ کعبہ کے سات چکر لگانا، ایک چکر کو شوط کہتے ہیں

مطاف: طواف کرنے کی جگہ یہ ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہوا ہے اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے حضور اقدس ﷺ کے زمانہ پاک میں مسجد حرام اتنی ہی تھی اسی کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔

طواف قدوم: مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر کیا جانے والا پہلا طواف جو مقرن یا مفرد (حاجی) کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

طواف زیارت یا افاضہ: وہ طواف جو حج کا رکن ہے اور دسویں ذی الحجہ کی صبح سے بارہویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک کیا جا سکتا ہے مگر دسویں کو کرنا افضل ہے۔

طواف وداع: حج سے فارغ ہونے کے بعد مکۃ المکرمۃ سے روانگی کے وقت کیا جاتا ہے، یہ طواف ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے۔

طواف عمرہ: یہ عمرہ کرنے والے پر فرض ہے۔

رمل: طواف کے وقت پہلے تین چکروں میں اکڑ کر کاندھے

ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر کچھ تیز چلنا۔

رکن: مکان کا وہ حصہ (کونہ) جہاں دو دیواریں آپس میں ملتی ہوں خانہ کعبہ کے چار رکن ہیں۔

رکن اسود: وہ کونہ جس میں حجر اسود یعنی جنتی پتھر واقع ہے اور یہ جنوب مشرق میں واقع ہے۔

رکن عراقی: یہ عراق کی جانب شمال مشرقی کونہ ہے۔

رکن شامی: یہ شام کی جانب شمال مغربی کونہ ہے۔

رکن یمانی : یہ یمن کی جانب جنوب مغربی کونہ ہے۔

باب الکعبۃ: رکن اسود اور رکن عراقی کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے کافی اونچا سونے کا دروازہ ہے۔

ملتزم: رکن اسود اور باب الکعبہ کی درمیانی دیوار۔

مستجار: رکن یمانی اور رکن شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو ملتزم کے مقابل یعنی عین پیچھے واقع ہے۔

مستجاب: خانہ کعبہ کی وہ جنوبی دیوار جو رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان واقع ہے اس کو مستجاب اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لئے مقرر ہیں۔

میزاب رحمت: سونے کا وہ پرنالہ جو کعبہ معظمہ کی چھت میں رکن عراقی اور شامی کے بیچ میں شمالی دیوار پر واقع ہے۔

حطیم: کعبہ معظمہ کی شمالی دیوار کے پاس میزاب رحمت (پرنالہ) کی جانب جو جگہ نیم دائرے کی شکل میں احاطہ کی ہوئی ہے حطیم کہلاتی ہے، یہ جگہ کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے یہاں داخل ہونا عین کعبہ معظمہ میں داخل ہونا ہے۔

مقام ابراہیم: مقام ابراہیم وہ جنتی پتھر ہے جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم نے خانہ کعبہ کی دیوار تعمیر فرمائی، اس پتھر پر آپ علیہ السلام کے قدمین شریفین کے نشانات موجود ہیں اور یہ پتھر مسجد حرام کے صحن میں دروازہ کعبہ کے سامنے سونے کی سنہری جالیوں میں محفوظ رکھا گیا ہے۔

بیر زمزم: یہ وہ متبرک کنواں ہے جو حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے جاری ہوا اس کا پانی دیکھنا ،پینا بدن پر ملنا باعث ثواب اور امراض کے لئے شفا ہے، یہ مبارک کنواں مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے جانب جنوب واقع ہے۔

استلام: حجر اسود کو چومنا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر اس کو بوسہ دینا یا ہاتھوں سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے ان کو چوم لینا۔

باب الصفا: مسجد الحرام کا وہ جنوبی دروازہ جو کوہ صفا کی جانب اور اس کے قریب ہے۔

کوہ صفا: وہ پہاڑی جو خانہ کعبہ کے جنوب میں واقع ہے جہاں سے سعی کی ابتدا کی جاتی ہے۔

کوہ مروہ: وہ پہاڑی جو کوہ صفا کے سامنے واقع ہے اسی پر سعی کا ایک چکر ختم ہوتا ہے۔

سعی: صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانا۔

میلین اخضرین: ان دو سبز نشانوں کو ملین اخضرین کہتے ہیں جو صفا سے مروہ کی جانب جاتے ہوئے کچھ دوری پر دیواروں اور چھت میں سبز لائٹین لگی ہوئی ہیں اور ابتدا و انتہا میں فرش پر سبز ماربل کا پٹا بنایا گیا ہے تاکہ حجاج کرام کو دوران سعی دوڑنے میں آسانی ہو

مسعی: وہ جگہ جو میلین اخضرین کے اندر ہے جہاں دوران سعی مردوں کو دوڑنا سنت ہے۔

منیٰ: وہ وادی جہاں حجاج کرام قیام کرتے ہیں، منی حرم میں شامل ہے اور یہ وادی مسجد حرام سے پانچ کلو میٹر دور واقع ہے۔

عرفات: وہ میدان جہاں حجاج کرام نویں ذی الحجہ کو جمع ہوتے ہیں یہ میدان منیٰ سے ۱۱ ر کلو میٹر دور ہے اور یہ جگہ حرم سے باہر ہے

جبل رحمت: میدان عرفات میں وہ مبارک پہاڑ جس کے قریب ٹھہرنا افضل ہے۔

مزدلفہ: وہ میدان جہاں عرفات سے واپسی پر رات بسر کرنا. سنت اور کم از کم ایک لمحہ ٹھہرنا واجب ہے، یہ میدان منیٰ سے جانب عرفات تقریبا ۵ ر کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔

محسّر: وہ جگہ جہاں اصحاب فیل پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، یہ

مزدلفہ سے ملا ہوا میدان ہے، یہاں سے حاجی حضرات کے لئے تیزی کے ساتھ گذرنا سنت ہے۔

بطن عرنہ: یہ ایک جنگل ہے جو عرفات کے قریب ہے حاجی کا یہاں ٹھہرنا درست نہیں۔

جمرات: وہ تینوں مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں:

(۱) جمرۃ العقبہ (بڑا شیطان) (۲) جمرۃ الوسطی (منجھلا شیطان)

(۳) جمرۃ الاولی (چھوٹا شیطان)

رمی: جمرات (تینوں شیطانوں) کو کنکریاں مارنا۔

قربانی: یہ قربانی رمی سے فراغت کے بعد کی جاتی ہے، قربانی کا مطلب ہے مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں تقرب الی اللہ کی نیت سے ذبح کرنا۔

حلق: احرام سے باہر ہونے کے لئے پورا سر حدود حرم میں منڈوانا

تقصیر: چوتھائی سر کا ہر بال کم از کم ایک پورے کے برابر کٹوانا

دم: ایک بکرا (اس میں نر، مادہ، دنبہ، بھیڑ، نیز گائے بھینس یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہے)

بدنہ: بڑے جسم والا جانور یعنی اونٹ، گائے یا بھینس وغیرہ ان میں بھی وہ تمام شرائط پائے جائیں جو قربانی کے جانور کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

صدقہ: اس سے وہی صدقہ فطر مراد ہے جو ماہ رمضان میں ادا کرتے ہیں یعنی ۲ء کلو پینتالس گرام گیہوں یا اس کا آٹا یا رقم یا چار کلو ۹۰ء گرام جو یا کھجور یا اس کی رقم۔

المام صحیح: متمع کا عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن واپس جانا۔

نحر: کھڑے اونٹ کے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارنا **محصر:** جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی عارضہ کی وجہ سے مکمل نہ کر سکا۔

ہدی: وہ جانور جو قربانی کے لئے حرم لے جایا جائے۔

جنایت: ایسا فعل جو احرام یا حرم میں ممنوع ہو مثلاً شکار کرنا یا کسی جانور کو حرم کے اندر قتل کرنا۔

زاد راہ: یعنی بیت اللہ شریف جانے اور وہاں سے آنے کا کرایہ اور توشہ کی رقم جو اس کی حاجت یعنی مکان ولباس اور گھریلو سامان اور قرض نیز واپسی تک عیال کے نفقہ اور مکان کی مرمت کی رقم کے علاوہ ہو۔ **جرم غیر اختیاری:** وہ جرم جو کسی بیماری ،شدید گرمی، شدید سردی یا جوؤں کی سخت تکلیف کے سبب ہو۔

مدعیٰ: مسجد حرام اور مکۃ المعظمہ کے قبرستان جنت المعلی کے درمیان کی جگہ جہاں دعا مانگنا مستحب ہے۔

حج بدل: نیابۃ دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اس پر سے فرض ساقط کرے۔

یوم الترویہ: آٹھویں ذی الحجہ جس دن سے مناسک حج کی ابتدا ہوتی ہے۔

یوم عرفہ: نویں ذی الحجہ جس دن تمام حجاج کرام میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں۔

یوم النحر: دسویں ذی الحجہ جس دن قربانی کی جاتی ہے۔

ایام تشریق: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے ان دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

مسجد خیف: یہ مسجد منیٰ میں واقع ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے مولی عزوجل راقم السطور اور تمام مسلمانوں کو زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ عزوشرفا کی سعادت نصیب فرمائے اور حجاج کرام کو جملہ احکام حج کی تکمیل کرتے ہوئے مناسک حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حج فاسد ہونے سے محفوظ فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم.

زیارت حرمین شریفین کا طالب
محمد افتخار الحسن
قادری امجدی بجنوری
خادم دارالعلوم قادریہ رضائے مصطفی و قاضی شہر مئورانی پور، جھانسی

قربانی کی اہمیت و مسائل

مفتی نعیم الدین منظری

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بنیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے۔قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی اور نبی کریم ﷺ کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا:

ارشاد فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۲)۔ ترجمہ: تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

قربانی کی اہمیت پر چند حدیثیں

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاعَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ، أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا، وَأَشْعَارِهَا، وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قربانی کے دن اللہ کے نزدیک آدمی کا سب سے محبوب عمل خون بہا نا ہے، قیامت کے دن قربانی کے جانور اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئیں گے قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، اس لیے خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو''۔(جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۴۹۳)

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (ماخوذ از بہار شریعت حصہ:۱۵، صفحہ نمبر ۳۲۸)

حدیث: ابن ماجہ نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی ان کا کیا حکم ہے فرمایا ان کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے (ماخوذ از بہار شریعت حصہ:۱۵، صفحہ نمبر:۳۲۸)

حدیث: طبرانی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے خوشی دل سے طالب ثواب ہوکر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب ہو جائے گی (ماخوذ از بہار شریعت حصہ:۱۵، صفحہ نمبر:۳۲۷)

حدیث: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں (ماخوذ از بہار شریعت حصہ:۱۵، صفحہ نمبر ۳۲۸)

مسئلہ: قربانی واجب ہونے کے لیے شرائط یہ ہیں اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں اقامت یعنی مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادات مالیہ اس پر واجب نہیں مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں، عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے۔(بہار شریعت حصہ:۱۵، صفحہ:۳۳۲)

سوال:ایک شخص کے پاس کسی مال کا نصاب نہیں البتہ اس کے پاس ایک بیگھ کھیت ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب:صورت مستفسرہ میں زید مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے کہ کھیت جس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے وہ وجوب قربانی اور فطرہ کے لیے کافی ہے.(فتاویٰ فیض الرسول جلد:۲، صفحہ ۴۳۸)

سوال:چار بھائی ایک میں ہیں اور ان کا باپ نہیں ہے بڑا بھائی مالک ہے تو قربانی چاروں پر واجب ہو گی؟ یا صرف بڑے پر

جواب: اگر چاروں بھائی ایک میں ہیں اور چاروں بھائیوں کا مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے اس لیے کہ اس صورت میں ان میں کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بمعنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک(فتاوی فیض الرسول، جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۳۸)

سوال:مالک نصاب ہوتے ہوئے اپنی طرف سے قربانی نہ کرنااور بزرگوں کی طرف سے کرنا کیسا؟

جواب: صاحب نصاب اگر بزرگوں کی طرف سے قربانی کرے گااور اپنی طرف سے نہیں کرے گا تو ترک واجب کے سبب گناہ گار ہو گا تو اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے اور بزرگوں کی طرف سے کرنا چاہتا ہے تو ان کے لیے دوسری قربانی کا انتظام کرے۔(ملخصا فتاوی فیض الرسول جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۴۵)

سوال: کیا ولی ایک قربانی کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی، کیونکہ سب اولاد شامل ہے؟

جواب:ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے، اگر اس کی بالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی جدا کرے.(فتاوی رضویہ جلد:۸، صفحہ ۳۹۲)

سوال:وہ شخص جس پر قربانی واجب ہے اگر اس کے پاس نقد نہ ہو تو قربانی کیسے کرے؟

جواب: جس پر قربانی ہے، اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے، یا اپنا کچھ مال بیچے۔ (فتاوی رضویہ جلد:۸، صفحہ ۳۹۳)

مسائل قربانی

مسئلہ قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں اور ان کے دنوں کو **ایام نحر** کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں لہذا بیچ کے دو دن ایام نحر اور ایام تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے اور پچھلا دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۳۶)

مسئلہ: دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں ان میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے.(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۳۶) مسئلہ قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں اونٹ گائے بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھیڑ دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے (بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۳۹)

مسئلہ قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ پانچ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے.(بہار شریعت حصہ ۱۵، صفحہ ۳۴۰)

مسئلہ قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی، اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں جس کے پیدائشی سینگ نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر

سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے اور مینگ تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے جس جانور میں جنون ہے اگر اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گیے ہوں ان کی قربانی جائز ہے اتنا بوڑھا کہ بچے کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔خارشتی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔(بہار شریعت حصہ ۱۵، صفحہ ۳۴۰)

مسئلہ بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی قربانی ناجائز۔اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹی ہو یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۴۱)

سوال: جانور کا سینگ ٹوٹ گیا تو یہ جانور قابل قربانی ہے یا نہیں؟

جواب: سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں، مگر جہاں سے سینگ اگا ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو ناجائز ہے، ملخصا (فتاوی رضویہ جلد:۸، صفحہ ۴۶۹)

سوال: کیا گابھن یا دودھ والے جانور کی قربانی جائز ہے؟

جواب: دودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۸، صفحہ ۳۹۳)

مسئلہ: قربانی میں شرکت کے لیے نیت تقرب شرط ہے ان میں کوئی ایسا نہ ہو جس کا مقصود صرف گوشت ہو (فتاوی امجدیہ جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۰۸)

مسئلہ قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے کھلا سکتا ہے بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ دوست و احباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے تین دن سے زائد اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہے اگر اس شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہیں تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لئے رکھ چھوڑے (بہار شریعت حصہ 15 صفحہ 345)

مسئلہ قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں (بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۴۵)

مسئلہ قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر *دینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۴۵)

مسئلہ میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست واحباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں کو ہی دے کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۴۵)

سوال: کیا ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد ناخن تراشنا اور بال کاٹنا منع ہے؟

جواب: یہ حکم صرف استحبابی ہے، کرے تو بہتر نہ کرے تو مذائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ ، دن سے کسی عذر کے سبب، خواہ بلا عذر ناخن نہ تراشے ہوں، خط بنوایا نہ ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا، کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے، فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا۔(فتاوی رضویہ جلد۸، صفحہ ۳۸۵)

قربانی کا طریقہ: قربانی سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کرلیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کے قبلہ کو اس کا منہ ہو اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ،لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔" اللهم لك ومنك بسم الله الله أكبر۔

اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اللهم تقبل منی کما تقبلت من خليلك ابراهيم عليه السلام وحبيبك محمد صلى الله عليه وسلم

اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو منی کی جگہ من کے بعد اس کا نام لے۔(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۵۲/۳۵۳)

مسئلہ: اور اگر وہ مشترک جانور ہے جیسے گائے اونٹ تو وزن سے گوشت تقسیم کیا جائے محض تخمینہ یعنی اندازے سے تقسیم نہ کریں۔

مسئلہ قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسے کو دیدے، یا کسی فقیر کو دیدے۔ بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں۔(بہار شریعت حصہ ۱۵/ صفحہ ۳۵۳)

سوال: قربانی کی کھال کو کن کن کاموں میں لا سکتے ہیں؟

جواب: شریعت مطہرہ نے کھالوں میں اتنے اختیار دیے ہیں، وہ صورت کرے کہ بعینہ ان کو باقی رکھ استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا ڈول یا کتابوں کی جلد بنوالے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے، مثلاً ان کے بدلے برتن، یا کتاب خرید لے، یا بعینہ کھال اپنے عزیزوں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دیدے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دیدی جائے، یا اسے تقرب الی اللہ کے لیے بیچ کر اس کے دام فقراء مساکین طلبہ وغیرہم مصارف خیر کو دیئے جائیں، خواہ ایک کو یا سو کو۔(فتاوی رضویہ جلد۸، صفحہ ۴۸۰)

مسئلہ: قربانی کرنے والا بقر عید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں۔(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۳۵۳)

از: مفتی نعیم الدین منظری
جامعہ عربیہ دار العلوم رضائے مصطفٰی، کندرکی، مرادآباد

شخصیات

حضور صدر الافاضل، فخر الاماثل، علامہ سید محمد نعیم الدین مفسر مرادآبادی علیہ الرحمہ

ایک ہمہ گیر شخصیت

از: مولانا غیاث الدین مصباحی
پرنسپل جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوجپور مرادآباد

کچھ ایسی ہستیاں بھی عالم فانی میں آئی ہیں کہ فنا کے بعد بھی جن کو زمانہ یاد کرتا ہے۔اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

"وہ لوگ جو اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور پھر نہ احسان رکھیں اور نہ تکلیف دیں تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے.اور ایسے لوگوں کو نہ کچھ اندیشہ ہے نہ غم"(البقرۃ/۲۶۲)

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کے راستے میں تو یہ لوگ اللہ تعالی سے رحمت کی امید رکھتے ہیں.اور اللہ تعالی بہت بخشنے والا ہے،اور بہت رحم فرمانے والا ہے"(البقرۃ/۲۱۸)

قارئین کرام شخصیات،ادوار کی پہچان ہوتی ہیں کسی ایک زمانے میں بسنے والے لوگ اس دور کا حوالہ بن جاتے ہیں کیونکہ لوگوں کا اسلوبِ فکر اور طرزِ عمل ایسے معاشرے کو تشکیل دیتا ہے جو اس دور کے رجحانات کی عکاسی کرتا ہے اگرچہ عوام وخواص ہر معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں مگر فطرت کا ایک قانون تسلسل سے چلا آرہا ہے کہ ہر دور میں کچھ ایسی شخصیات ضرور موجود ہوتی ہیں جو انسانیت کا ناز اور قوموں کا فخر بن کر وقت کے ماتھے پر اپنا نام یوں ثبت کر دیتی ہیں کہ تاریخ انھیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی۔ایسے لوگ ایک زمانے کے لیے نہیں رہ جاتے بلکہ آنے والا ہر زمانہ انھیں فکر وشعور کی مسند پر بٹھا کر ہمیشہ اپنے اندر زندہ رکھتا ہے اسی پیرائے میں حضور صدرالافاضل، فخرالاماثل علامہ **سید محمد نعیم الدین** مفسر مرادآبادی علیہ الرحمہ کی شخصیت کسی گوہر نایاب سے کم نہیں۔ تیرہویں صدی ھجری میں حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ ہی وہ شخصیت ہیں جن کا سکہ مشرق تا مغرب، بلاامتیاز مذہب وقوم ہر جگہ چلتا دکھائی دیتا ہے۔

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ محض ایک شخصیت نہیں بلکہ تاریخ کا ایک مکمل باب ہیں جو جامعیت اور ہمہ گیریت کو یوں اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں کہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ سادگی، سنجیدگی اور کم گو فطرت کے ساتھ آپ ایک لطیف طبیعت کے مالک تھے مگر خاموشی کا عنصر طبیعت پر غالب تھا اور گھر میں عموماً آنکھیں بند کئے کسی سوچ میں مستغرق دکھائی دیتے۔ان کی تفسیروں میں جھلکنے والی صاف گوئی اور نڈر پن کے برعکس ذاتی زندگی میں ان کا مزاج اظہار جذبات کے رجحان سے معدوم تھا.گھر میں کوئی بیمار ہو جاتا تو بار بار طبیعت کو پوچھتے۔اور پریشانی میں آس پاس ٹہلتے رہتے۔ سمندر کے سکوت جیسی ٹھہراؤ والی طبیعت میں اگر کبھی ہیجان پیدا ہوتا تو اس وقت جب بے چینی کے عالم میں کبھی بستر پر کروٹیں لیتے۔ کبھی اٹھتے کبھی بیٹھتے اور کبھی گھٹنوں پر سر دیئے تادیر بیٹھے رہتے۔

قرآن اور صاحبِ قرآن سے عقیدت اور انسیت کا جو تعلق آپ کے ہاں دکھائی دیتا ہے وہ کسی پیمانے میں نہیں سما سکتا۔

قرآن سے آپ کا تعلق کبھی بھی محض قاری اور کتاب کا نہیں تھا بلکہ آپ کے اندر قرآن سے شغف، اور فکر و شعور کے ساتھ مطالعہ قرآن کا ایک والہانہ پن موجود تھا۔

قرآن اور صاحب قرآن سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ قرآن کی تلاوت یا خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب ہو جاتیں۔

ذکر رسول ﷺ اور ذکر مدینہ پر بے قرار ہو جاتے۔ گویا تڑپ اٹھتے اور آنکھوں سے زار و قطار اشک رواں ہو جاتے۔

اسی محبت کا ثمر تھا کہ آپ کا ہر لفظ قلب و روح کو ایک آفاقی سوز و گداز اور جلا بخشتا ہے اسی صدق، عقیدت، محبت اور ایمان کا کمال ہے جس نے آپ کی ذات گرامی کو زندہ و جاوید بنا دیا جو روحوں کو آب حیات کی طرح آبیار کرتا چلا جا رہا ہے۔

آپ کی ذاتی زندگی کے مشاہدہ کے بعد یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ آپ سیاست میں بھی دلچسپی رکھتے ہوں گے مگر عظیم مقاصد کے ساتھ زندگی گزارنے والے لوگوں کی یہی شناخت ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے اور یہی خصلت ان کی شخصیت میں ایسی معنویت اور عالمگیریت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ زماں و مکاں کی قید سے ماوراء زمانوں تک لوگوں کے قلب و اذہان پر حکومت کرتے ہیں۔

ان سماجی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۳۳۸ھ / ۱۸۱۹ء میں مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری کیا، جس نے اہل سنت و جماعت کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت اور ملی صلاح و فلاح میں گرانقدر کردار ادا کیا، ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں آپ کی تحریک پر الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ (آل انڈیا سنی کانفرنس) عمل میں آئی جس نے سیاسی و ملی بساط پر بلند پایا خدمات انجام دیں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیان شدی تحریک چلی تو اس کے دفع کے لیے بریلی شریف میں تحریک جماعت رضائے مصطفی کی بنا پڑی آپ نے آگرہ میں اس کا ہیڈ کوارٹر بنایا، اور مسلسل جدوجہد سے دیگر اساطین اہل سنت کے ساتھ شردھانند کے اس شدھی فتنے کا خاتمہ کر دیا۔ آپ نے تحریر و تقریر سے آریوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، قادیانیوں، رافضیوں اور دہریوں کی تردیدیں کیں اور ان میں بعض سے کامیاب مناظرے بھی کیے۔

ان کی شخصیت کے تخلیقی پہلوؤں میں اس قدر جامعیت ہے کہ ایک گوشہ جان کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہی کل شخصیت کے لیے کافی ہے مگر آپ کے ہر پہلو میں اتنی جامعیت اور استقامت ہے کہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنا بذاتِ خود ایک تخلیق ہے۔ آپ نہ صرف ایک مفسر بلکہ مفکر، مدبر، مناظر، قانون دان، سیاستدان، فلسفی، صوفی اور پختہ مومن تھے۔

گویا صدر الافاضل علیہ الرحمہ ایک ایسا سنگم ہیں جہاں علم و عرفان کے بہت سے دریا آ کر ملتے ہیں۔ بحرِ عرفان و بحرِ ایکان، بحرِ فلسفہ و بحرِ قدامت، بحرِ سکون و بحرِ انقلاب اور سنگمِ مشرق و مغرب کا نام صدر الافاضل علیہ الرحمہ ہے۔

تاریخ میں بہت ساری نامور شخصیات گزری ہیں مگر ان کو کسی ایک مذہب یا خطے کے لوگ پڑھتے ہوں گے مگر یہ ایسی ذات ہیں جنھوں نے مشرق و مغرب کو اپنا گرویدہ بنایا ہوا ہے۔

یہ ان کے پیغام کی صداقت اور عالمگیریت تھی جس نے انھیں مغرب و مشرق، عقیدہ و مذہب، نسل و زبان سے بالاتر ہو کر ہر خطے تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ آپ کا شعور، فکر، عرفان، علم اور عمل کا ایک بحرِ بیکراں ہیں۔ آپ وقت اور امت کا وہ قیمتی اثاثہ ہیں جسے ہر دور اپنے دامن میں سجا کر اپنی قدر و قیمت بڑھاتا رہے گا۔ تاریخ بنی نوع انسان ایسی نادر ہستیوں کی ہمیشہ مقروض رہتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی ولادت باسعادت:

حضرت مولانا محمد نعیم الدین بن مولانا معین الدین نزہت بن مولانا امین الدین راسخ بن مولانا کریم الدین آرزو کی ولادت ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو شہر مراد آباد، یوپی۔ میں ہوئی۔ تاریخی نام غلام مصطفی (۱۳۰۰ھ) ہے۔

تعلیم وتربیت:

چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی، آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک کی تکمیل کی، اردو فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور شعر سخن کی اصلاح بھی لی، ملا حسن تک درس نظامی کی تعلیم مولانا حکیم شاہ فضل احمد امروہوی کی درسگاہ میں حاصل کی، انہیں سے فن طب کی تعلیم پائی اور مہارت حاصل کی، اعلی علوم وفنون کی تحصیل اور دورہ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا شاہ محمد گل علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کی اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد سے سند فراغ؛ اور دستار فضیلت حاصل کی، اور اسی عارف کامل اور فاضل اجل کے زیر سایہ تصنیف اور فتاویٰ نویسی کی مشق کی. والد گرامی حضرت نزہت مراد آبادی نے حسب ذیل تاریخ فراغت کہی۔

نزہت نعیم الدین کو یہ کہ کر سنادے
دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

بیعت وخلافت:

حضرت صدر الافاضل حضرت شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی کی رہنمائی سے اپنے استاذ گرامی مرشد برحق حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت پائی۔

درس وتدریس:

حضرت صدر الافاضل ماہر تعلیم اور متبحر استاذ ومربی تھے، تدریس میں خاص کمال اور نرالا انداز تھا۔ ملک بھر میں استاذ العلما کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

تصنیف وتالیف:

صدر الافاضل گوناگوں اوصاف وکمالات کے ساتھ عظیم مصنف اور صحافی بھی تھے آپ نے دین ودانش، اصلاح فکر و عمل اور ملی و جماعتی موضوعات پر لگ بھگ دو سو مضامین و مقالات تحریر فرمائے اور مختلف عنوانات پر تصنیفی سرمایہ یادگار چھوڑا جس میں تفسیر خزائن العرفان بر کنز الایمان بطور خاص قابل ذکر ہے۔

وصال پر ملال: حضرت صدر الافاضل ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو دار فانی سے سوئے فردوس روانہ ہوئے، آپ کا مزار پر انوار جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی مسجد کے بائیں پہلو میں مرجع خلائق ہے۔

از: مولانا غیاث الدین مصباحی
پرنسپل جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم،
بھوجپور مراد آباد

منقبت

فیضان لازوال ہے صدر الشریعہ کا
کردار باکمال ہے صدر الشریعہ کا

اُمّت کو دی "بہارِ شریعت" کی تازگی
احساں یہ بے مثال ہے صدر الشریعہ کا

عظمت کی اک کتاب ہے، اُن کی حیاتِ پاک
ہر پہلو خوش جمال ہے صدر الشریعہ کا

جوہر وہی، نظر وہی، دینی تڑپ وہی
عکسِ رضا، کمال ہے صدر الشریعہ کا

جس سمت چل پڑے، وہ زمیں جگمگا اٹھی
ہر نقش پابلال ہے صدر الشریعہ کا

ہے نسلِ امجدی میں وہی رنگ وبوئے فن
تازہ گلِ عیال ہے صدر الشریعہ کا

علامۂ کبیر، ضیائے جہانِ فن
یکتا ہنر میں لال ہے صدر الشریعہ کا

سوچا اُنھیں فریدی! تو روشن ہوا دِماغ
مثلِ قمر، خیال ہے صدر الشریعہ کا



صدر الشریعہ ایک تعارف

از: مفتی مشتاق احمد امجدی

سرزمین ''گھوسی''، مشرقی یوپی قدیم ضلع اعظم گڑھ اور موجودہ ضلع مئو کا وہ مردم خیز اور سرسبز وشاداب خطہ ہے جس نے اپنے بابرکت وجود سے بہت سارے ایسے قیمتی لعل و گوہر اور علم وفضل کے مہر درخشاں کو وجود بخشا ہے جو اپنی دینی، علمی، تعمیری، تبلیغی، تصنیفی اور تالیفی خدمات کی بدولت افق عالم پر نیر تاباں بن کر چمکے اور اس مقدس سرزمین کو اہل علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کے مابین عظمت و شہرت عطا کیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق گھوسی کے ہر گھر میں دو علما پائے جاتے ہیں، اسی لیے یہ سرزمین اہل علم کے مابین **''طیبۃ العلما''** کے نام سے بھی متعارف ہے۔

ہے گھوسی سرزمین ہند کا وہ محترم خطہ
نجانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں

اسی سرزمین علم وفن کی روحانی ومذہبی شخصیات میں ایک نمایاں اور ممتاز نام صدر الشریعہ بدر الطریقہ حکیم **ابو العلی مفتی محمد امجد علی اعظمی** قدس سرہ کا بھی ہے بلکہ آپ کا نام آپ کے ہم عصر فقہا و محققین میں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے، آپ اپنے زمانے میں اپنی گوناگوں خوبیوں اور بے شمار فضل و کمال کی بنیاد پر ہندوستانی علما و محققین میں ایک انفرادی مقام اور اہم شناخت رکھتے تھے، عوام وخواص میں آپ کا نام بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

نام ونسب: آپ کا نام امجد علی ہے، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے ' صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدابخش علیہم الرحمہ''

القابات: آپ کے القابات میں ''صدر الشریعہ''، ''بدر الطریقہ'' اور ''فقیہ اعظم ہند'' بہت مشہور و معروف ہیں۔

ولادت باسعادت: آپ کی پیدائش قصبہ گھوسی ضلع مئو میں ۱۳۰۰ ھ مطابق ۱۸۸۲ء کو ہوئی۔

خاندانی پس منظر: آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ ایک اسلامی اور علمی گھرانہ تھا، آپ کے جد امجد مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ ایک ولی صفت وصاحب کرامت بزرگ اور دیندار عالم دین تھے، جب حج کے لیے تشریف لے گیے تو مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی، آپ کے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین عالم وفاضل اور ماہر طبیب وحکیم تھے، طبّی مہارت ریاست عظمت گڑھ کا درباری طبیب ہونے کی وجہ سے ہر چہار جانب آپ کی عظیم شہرت تھی۔

تعلیم وتربیت:

آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ نے آپ کی ہر ممکن دینی تربیت فرمائی، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گھر پر اپنے دادا مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ سے حاصل کی، ان کے وصال کے بعد اپنے قصبہ میں واقع مدرسہ ناصر العلوم میں مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ تعلیم پائی، ان دنوں مدرسہ حنفیہ جونپور میں جامع معقولات ومنقولات استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خان علیہ الرحمہ کے فیضان علمی کا باڑا تقسیم ہو رہا تھا، دور دور تک آپ کا علمی غلغلہ محسوس کیا جاتا تھا، علوم دینیہ کے متلاشی دور دراز مقامات سے سفر کی

صعوبتوں کو برداشت کرکے یہاں پہونچ کر علمی تشنگی بجھاتے اور زیور علم سے خود کو آراستہ کرتے، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اس عظیم و جلیل استاذ و مربی سے شرف تلمذ حاصل کرنے کا عزم مصمم کیا اور جونپور کے لیے نکل پڑے، وہاں پہونچ کر چند دنوں تک ابتدائی کتابیں اپنے چچا زاد برادر اکبر حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں پھر جامع معقول و منقول حضرت علامہ ہدایت اللہ خان علیہ الرحمہ سے علوم و فنون کے چھلکتے جام نوش فرمائے اور اپنی علمی تشنگی بجھائی اور یہیں سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ خداوند قدوس نے آپ کو حیرت انگیز ذہانت وفطانت سے بہرہ ور فرمایا تھا،آپ قوت حافظہ اور علمی شوق و لگن کی وجہ سے تمام طلبہ میں سب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، خود آپ کے استاذ و مربی حضرت استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خان علیہ الرحمہ آپ کی ذہانت سے بے حد متاثر ہو کر ارشاد فرماتے:

"شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں"

علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ ہدایت اللہ علیہ الرحمہ کے ارشاد پر علم حدیث کی خصوصی تعلیم کے لیے استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی شوق و لگن سے حصول علم میں مصروف ہو گیے، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ محدث سورتی کی بارگاہ میں صرف چودہ مہینے حاضر رہے، اس دوران شاید ہی کسی روز چھٹی ملی ہو، جمعہ کو بھی اسباق ہوا کرتے تھے،آپکے حسن ادب اور حسن کردار کو دیکھ کر حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ آپ سے بہت زیادہ محبت بھی فرماتے اور بے پناہ توجہ بھی دیتے تھے، اگر کہیں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ انہیں بھی لے جاتے اور سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا غرض کہ اس قلیل عرصے میں اپنی محنت شاقہ اور جذبۂ صادق سے صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، موطا شریف اور طحاوی شریف کا بالاستیعاب قراۃ وسماعۃ درس لیا اور امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کر کے مدرسین سے لے کر اراکین تک سبھوں کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا، سبھوں نے کھلے دل سے اس کا اعتراف بھی کیا، خود آپ کے استاذ محترم نے آپ کی صلاحیت ولیاقت کی داد ان الفاظ میں عطا فرمائی:

"مجھ سے اگر کسی نے پڑھا ہے تو مولوی امجد علی نے پڑھا ہے"

اخلاق و کردار: صدر الشریعہ انتہائی خلیق وملنسار اور زہد و ورع اور فضل و کمال میں اپنی مثال آپ تھے،آپ کی نشست و برخاست اسلامی اقدار کی پاسدار ہوتی، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت ، مہمانوں کا احترام اور بزرگوں کا اکرام آپ کی شرشت میں داخل تھا غرض کہ آپ کے اخلاق و کردار قرآن وحدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔

تدریس کا آغاز: یوں تو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ زمانہ طالب علمی ہی میں نچلی جماعت کے طلبہ کو معقولات کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے لیکن باقاعدہ تدریس کا آغاز صوبہ بہار کی راجدھانی عظیم آباد پٹنہ کی شہرۂ آفاق اسلامی درسگاہ مدرسہ اہل سنت سے کیا، مدرسہ اہل سنت پٹنہ کی وہ عظیم درسگاہ ہے جہاں استاذ المحدثین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ جیسے اکابر علما و مشائخ ،علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین فقہا و محدثین اور مناطقہ مسند نشین ہو کر تشنگان علوم وفنون کو علمی فیضان سے مالا مال فرماتے تھے، جن کی بے لوث اور منظم تعلیم وتدریس نے اس ادارہ کو شہرت دوام اور مقبولیت عام بخشا تھا، مہتمم ادارہ جناب قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے اس ادارہ کے لیے مدرس اول کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے استاذ المحدثین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت ایک خط روانہ کیا اور اپنے ادارہ کے لیے ایک مدرس طلب کی، حضرت محدث سورتی نے اس عظیم دینی درسگاہ کے لیے اکابر اہلسنت کی جگہ اپنے ہونہار اور لائق و فائق شاگرد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ جیسے نوجوان اور نوخیز فاضل کو بھیجا، اکابر علما و مشائخ کی جگہ پر متمکن ہونا ایک نوخیز استاذ کے لیے کس قدر دشوار گذار تھا مگر استاذ کا حکم تھا اس لیے تعمیل حکم کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ اس عظیم عہدے پر فائز ہوئے اور پہلے ہی درس میں علوم وفنون کے ایسے دریا بہائے

کہ علما وطلبہ سبھی عش عش کرنے لگے نیز پہلے ہی درس سے آپ نے یہ ثابت کردیا کہ واقعہ آپ اس منصب جلیل کے لائق تھے چنانچہ قاضی عبدالوحید فردوسی صاحب آپ کی علمی وجاہت اور انتظامی صلاحیت سے متاثر ہوکر مدرسہ کے تعلیمی امور آپ کے سپرد کردیے۔

شرف بیعت: صدرالشریعہ علیہ الرحمہ مدرسہ اہل سنت پٹنہ میں جب تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے اسی دوران مہتمم ادارہ جناب قاضی عبدالوحید صاحب سخت بیمار پڑ گیے، قاضی صاحب کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے بے پناہ لگاؤ تھا اور اعلیٰ حضرت بھی قاضی صاحب سے بے پناہ محبت فرماتے تھے چنانچہ قاضی صاحب کی علالت کی خبر پاکر اعلیٰ حضرت محدث سورتی علیہما الرحمہ کے ہمراہ قاضی صاحب کی عیادت کے لیے پٹنہ تشریف لائے، اسی موقع پر صدرالشریعہ نے اعلیٰ حضرت کی پہلی بار زیارت کا شرف حاصل کیا، اور اپنے استاذ ومربی کی رائے اور مشورہ سے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ [حیات صدرالشریعہ، ۲۹]

پیشہ طبابت: مہتمم مدرسہ اہل سنت پٹنہ کے وصال کے بعد کچھ نامساعد حالات سے دل برداشتہ ہوکر یکم رمضان المبارک ۱۳۲۶ء کو استعفیٰ دے کر وطن واپس آئے چونکہ خاندانی پیشہ طبابت تھا لہذا والد صاحب کے مشورہ سے اس فن میں کمال حاصل کرنے کے لیے حکیم عبدالولی صاحب کے پاس لکھنو چلے گیے، دوسال میں تحصیل وتکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور مطب شروع کردیا، خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بناپر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا جس سے آپ کو اطمینان حاصل تھا۔

طب جسمانی سے طب روحانی کی طرف مراجعت:

ذریعۂ معاش سے مطمئن ہوکر ۱۳۲۹ء میں ایک طویل عرصہ کے بعد اپنے استاذ حضرت محدث سورتی اور مرشد کامل امام احمد رضا قدس سرہما کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھا، سب سے پہلے حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہنچے، جب حضرت استاذ کو معلوم ہوا کہ ان کے لائق وفائق شاگرد نے تدریس کا کام ترک کر کے مطب شروع کردیا ہے تو بے حد غمگیں ہوئے، حضرت صدرالشریعہ وہاں سے رخصت ہوکر بریلی جانے لگے تو استاذ گرامی نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک خط تحریر فرماکر دے دیا جس میں اعلیٰ حضرت سے صدرالشریعہ کو خدمت دین کی طرف متوجہ کرنے کی گذارش کی گئی تھی۔

صدرالشریعہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں: جب صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حضرت محدث سورتی کا خط لے کر پہنچے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "طبابت اچھا کام ہے کہ حدیث شریف میں ہے: العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان" لیکن اس میں صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے، پھر کیا تھا اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد میں وہ تاثیر تھی کہ اسی دن سے صدرالشریعہ کے دل میں اس سے نفرت ہونے لگی اور آپ نے گھوسی کا جسمانی مطب چھوڑ کر بریلی کے دینی کاموں کے روحانی مطب میں خود کو سپرد کردیا، اولا کچھ تحریری کاموں میں مشغول رہے یہاں تک کہ ماہ رمضان المبارک قریب آگیا تو اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی تو اعلیٰ حضرت نے اس شرط پر اجازت مرحمت فرمائی کہ جب بلایا جائے تو فورا چلے آئیں۔

تقریبا پانچ چھ ماہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الشریعہ کو منظر اسلام میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے طلب فرمایا، آپ فورا بریلی حاضر ہوئے، اب جب بریلی آئے تو بریلی ہی کے ہوکر رہ گیے، صبح وشام اپنے مرشد کی بافیض صحبتوں میں حاضر ہونے لگے اور اعلی حضرت کے میکدۂ علوم وفنون سے علم وحکمت کے چھلکتے جام نوش فرمانے لگے پھر دیکھتے ہی دیکھتے علوم وفنون میں فائق الاقران ہوگئے۔

بریلی میں آپ کی مصروفیات: بریلی میں دو کام مستقل تھے ایک دارالعلوم منظر اسلام میں تدریس اور دوسرا مطبع اہل سنت پریس کے اشاعتی امور ان کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے بعض مسودات کا مبیضہ، فتوؤں کی نقل، ان کی خدمت میں فتویٰ نویسی پھر شہر و بیرون شہر کے اکثر تبلیغی جلسوں میں شرکت یہ سارے امور تنہا انجام دیتے، جب تک بریلی میں قیام رہا آپ کے شب وروز کچھ اس طرح گذرتے کہ بعد نماز فجر ضروری وظائف و تلاوتِ قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام پھر فورا مدرسہ جاکر اخیر وقتِ مدرسہ تک تدریسی کام، دوپہر کے کھانے کے بعد مستقلا دو تین بجے تک پھر پریس کا کام انجام دیتے، بعد ظہر تا نماز عصر پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے، بعد نماز عصر سے مغرب تک اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں نشست فرماتے، بعد مغرب سے عشا تک اور عشا کے بعد سے بارہ بجے شب تک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے، اس کے بعد مکان واپس ہوتے اور بہار شریعت کے کچھ سطور تحریر فرماکر تقریبا دو بجے شب آرام فرماتے، اعلیٰ حضرت کے اخیر زمانۂ حیات تک کم و بیش دس برس یہی معمول رہا، آپ کی اس محنت شاقہ اور عزم واستقلال کو دیکھ کر برادر اعلیٰ حضرت مولانا محمد رضا عرف ننھے میاں فرماتے تھے: **"مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں وہ ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو"**[سیرت صدرالشریعہ، ص:۳۹]

فقہی تبحر اور "صدرالشریعہ" کا لقب: آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت بافیض میں کم و بیش ۱۰ برس گذارنے کا شرف حاصل کیا، اس طویل مدت میں آپ نے امام اہل سنت سے متعدد علوم وفنون میں کمال حاصل کیا خصوصا علم فقہ وافتا میں وہ تبحر اور امتیازی شان پیدا کی کہ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتے، خود آپ کے مربی و محسن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ گاہے بگاہے آپ کی شان فقاہت ظاہر فرماتے رہتے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: "یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے" آپ کی اسی فقہی گہرائی و گیرائی کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے آپ کو **"صدرالشریعہ"** جیسے عظیم لقب سے ملقب فرمایا۔

لفظ "صدرالشریعہ" بظاہر دو الفاظ کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بارگاہ رضا سے آپ کے لیے یہ ایک عظیم انعام ہے جس کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، امام اہلسنت کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے اس مبارک جملہ کی یہ برکت ہے کہ آپ اپنے نام کے بجائے اسی لقب سے اکناف عالم میں مشہور و معروف ہوگیے گویا یہی آپ کا علم اختیار کر گیا ہے، آج جہاں کہیں بھی صدرالشریعہ کا لفظ بولا جاتا ہے اس وقت حاشیہ ذہن پر صرف خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ کا وجود با مسعود ابھر کر سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔

تدریسی خدمات: خدمت دین کے دیگر ذرائع میں سے ایک اہم ترین طریقہ تدریس ہے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو زمانہ طالب علمی سے ہی تدریس کا بے حد شوق تھا چنانچہ آپ نے دوران طالب علمی ہی میں نچلی درجات کے طلبہ کو معقولات کی ادق کتابوں کا درس دیا تھا اگرچہ باضابطہ تدریس کا آغاز مدرسہ اہل سنت پٹنہ سے فرمایا ابھی سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا تھا کہ مہتمم ادارہ کا انتقال ہوگیا قاضی صاحب کے وصال کے بعد تقریبا تین سالوں تک پیشہ طبابت سے منسلک رہے، ۱۳۲۹ھ میں مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے لیے بحیثیت صدر مدرس آپ کا انتخاب کیا اور ۱۳۴۳ھ تک مسلسل چودہ برس اسی یادگار اعلیٰ حضرت میں پوری مستقل مزاجی کے ساتھ دیگر امور کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کے ذریعہ علمی فیضان تقسیم کرتے رہے، اسی سال خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گیے اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء تک کم و بیش آٹھ سال بحیثیت صدرالمدرسین مصروف تدریس

رہے، ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ سے اپنے تلامذہ کے ساتھ دوبارہ منظر اسلام بریلی شریف بحیثیت شیخ الحدیث وصدرالمدسین تشریف لائے اور ۱۳۵۶ھ تک تدریسی امورانجام دیے پھر ۱۳۵۶ھ /۱۹۳۶ء میں حاجی غلام محمد خان شیروانی کے اصرار پر دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ تشریف لائے، اور ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک تقریباسات برس تدریس کے فرائض انجام دیئے بعدہ ایک سال تک مدرسہ مظہر العلوم کچھی باغ بنارس میں صدر المدرسین کی مسند پر جلوہ افروز ہوگیے۔

ایک کامیاب معلم کی جملہ خوبیاں صدرالشریعہ میں پائی جاتی تھی، آپ کی تدریسی صلاحتیوں نے بڑے بڑوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا، آپ کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت اور تجربہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۶ء میں جب مسلم یونیوسیٹی علی گڑھ کے نصاب تعلیم کی کمیٹی کی تشکیل ہورہی تھی اس میں پورے غیر منقسم ہندوستان سے جن چھ تجربہ کار مدرسین کا نام شامل تھا ان میں ایک نام صدرالشریعہ کا بھی تھا، آپ جس ادارہ میں تدریس کے لیے رخ فرماتے وہاں کے درودیوار مسرت سے جھوم اٹھتے، طلبہ کی خوشیوں کی انتہانہ رہتی، بلامبالغہ آپ ایک بافیض استاذ کامل تھے ،آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس میں گذرا، اس طویل عرصہ میں آپ سے ہزاروں طلبہ نے استفادہ کیا اور چہاردانگ عالم میں شہرت ومقبولیت حاصل کی مگر آپ کے تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان مولانا سرداراحمد اور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی ایسے شاگرد تھے جن کے بارے میں صدر الشریعہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ”میری ساری زندگی میں دوہی باذوق پڑھنے والے ملے“(سیرت صدرالشریعہ، ص:۴۷)واقعی صدرالشریعہ کے ان دونوں شاگردوں نے پڑھنے کا حق ادا کردیا آج ہندوپاک میں جتنے علما علمی فیضان تقسیم کررہے وہ دو تین واسطوں سے صدرالشریعہ کے شاگرد ہوتے ہیں اسی مناسبت سے ہرسال مدارس اہل سنت کے طلبہ کرام آپ کی تاریخ وصال ۲؍ذی قعدہ کو **”یوم اساتذہ“** کے طور پر مناکر آپ کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

تصنیفی وتالیفی خدمات: تحریر وقلم کی اہمیت وافادیت ہر دور اور ہر طبقہ میں مسلم رہی ہے، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو بھی اس کا شدید احساس تھا چنانچہ آپ نے درس وتدریس کی بے پناہ مصروفیت اور ملکی وملی مسائل کی کثیر مشغولیت کے باوجود گاہے بگاہے تصنیف وتالیف کے لیے توجہ فرمائی اور کئی عظیم تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں(۱)بہار شریعت کامل ۱۷حصے(۲)فتاویٰ امجدیہ کامل ۴جلدیں(۳)کشف الاستار حاشیہ معانی الآثار (۴) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل (۵)قامع الواہیات من جامع الجزئیات۔

آپ کی تصانیف میں سب سے نمایاں اور ممتاز کتاب ”بہار شریعت“ ہے جو فقہ حنفی کے مفتی بہامسائل کا **”فقہی انسائیکلوپیڈیا“** ہے، اس کتاب کی خوبی اور عظمت یہ ہے کہ آپ نے اس کتاب میں ضخیم عربی کتب کے ہزاروں صفحات میں پھیلے ہوئے فقہی مسائل کو سلیس اور عام فہم اردوزبان میں ایک جگہ جمع فرمادیا جس میں انسان کی پیدائش سے وفات تک کے ہزاراہاہزار مسائل موجود ہیں، خود صدرالشریعہ بطور تحدیث نعمت ارشاد فرماتے ہیں: اگر اورنگ زیب عالمگیر اس کتاب **(بہار شریعت)** کو دیکھتے تو مجھے سونے سے تولتے“، ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر خصوصاً اور پورے عالم اسلام کے مسلمانوں پر عموما صدرالشریعہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ بہار شریعت جیسی نادرونایاب کتاب پیش فرماکر حلال وحرام کی شناخت اور جائزوناجائز کی معرفت عطا فرمائی، امت مسلمہ رہتی دنیا تک صدرالشریعہ کے اس احسان عظیم کا بدلہ نہیں چکاسکتی، فجزاہ اللہ تعالیٰ عناوعن سائرالمومنین۔

زیارت حرمین طیبین:

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں عین جوانی کے ایام میں حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاکی زیارت کا شرف حاصل کیا، اس سفر زیارت میں آپ نے کیا پایا اور کیا دیکھا انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کریں: ”مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں بہت سے عمرے کیے، چاندنی

راتیں تھیں رات ہی میں تنعیم جاتاوہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر نماز فجر کے وقت مسجد حرام شریف میں واپس آجاتا، نماز فجر اداکرنے کے بعد عمرہ کے ارکان اداکرکے احرام سے فراغت حاصل کرتا، مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں علما کی خدمت میں حاضری کا بھی اتفاق ہوا ان کی صحبتیں بہت پر لطف تھیں۔

[حیات صدرالشریعہ]

اجازت وخلافت: ۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو بموقع عرس سراپا قدس حضرت سیدنا آل رسول قدس سرہ بغیر کسی تحریر وطلب کے اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کو جملہ سلاسل قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ ، نقشبندیہ ، سہروردیہ کی اجازت عامہ وتامہ عطافرمائی، اپنا خلیفۂ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سراقدس سے اتار کر حضرت صدرالشریعہ کے سرپر باندھا [سیرت صدرالشریعہ، ص:۴۱]

سفرآخرت: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں سرکار مفتی اعظم ہند نے حج کا ارادہ فرمایاجب صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو یہ اطلاع ملی توآپ نے بھی عزم مصمم کرلیاحالانکہ آپ عین جوانی میں پہلا حج کر چکے تھے لیکن کسے معلوم تھا کہ دوسرا سفر حرمین نہیں بلکہ ایک سچے عاشق رسول کا سفرآخرت ہے بالآخر طے شدہ پروگرام کے مطابق سفینۂ مدینہ میں سوار ہونے کے لیے اپنے وطن سے بمبئی تشریف لائے یہاں آکر سخت بخار اور نمونیہ ہوگیاہر ممکن علاج ومعالجہ کا سہارالیا گیا مگر آپ جانبر نہ ہوسکے حتی کہ شریعت کا یہ عظیم صدر شہیر، طریقت کا یہ بے مثال بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر ۲؍ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کی شب ۱۲؍بجکر ۲۶؍ منٹ پر ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بعد وصال صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ بذریعہ ٹرین بمبئی سے وطن عزیز گھوسی لے جایاگیا وہیں آپ کا مزار پرانوار مرجعِ عوام وخواص ہے، ہر سال ۲؍ذی قعدہ کوآپ کا عرس مقدس استاذ گرامی جانشین صدرالشریعہ ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی صدارت میں انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے جس میں ملک وبیرون ملک کے دور دراز مقامات سے علماوائمہ اور طالبان علوم نبویہ شرکت فرماکر اپنی محبتوں کا خراج پیش کرتے ہیں۔

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

عقیدت کیش:
مشتاق احمد امجدی غفرلہ
خادم شعبہ تحقیق فی الفقہ وصدرالدرسین
امام احمد رضالرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک، مہاراشٹر
8830789911

ایسے ہیں ہمارے پیر

از: مفتی رضاء المصطفیٰ امجدی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہٖ الکریم اما بعد

نگاہ مفتیٔ اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار انکھوں میں

قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جس بندۂ مومن کو مقبولیت ومحبوبیت کا درجہ اور سچی غلامی کا شرف ومرتبہ نصیب ہوجائے وہ خدائے کریم کا محبوب ومقرب بندہ ہوجایا کرتا ہے۔

کما قال اللہ (قل ان کنتم تحبون اللّٰہ...الخ)

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذکورہ نسبت غلامی پاکر اس روحانیت بھری عظیم دنیا میں کوئی غوثیت کے منصب جلیل پر فائز ہوئے، توکوئی قطبیت کے مقام رفیع سے مالا مال ہوئے، کوئی ولی کامل ہوئے، تو کوئی صاحب کشف وکرامت بزرگ اور عارف باللہ۔

ان ہی پاکباز اور مقدس ہستیوں میں ایک ابھرتا ہوا نام مرشد گرامی وارثِ علوم اعلیحضرت، جانشین سرکار مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی المعروف بہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان کا بھی ہے۔

آپ کا پیدائشی نام "**محمد**"، عرفی نام "**محمد اختر رضا**" اور والد گرامی مفسر اعظم ہند علامہ مفتی ابراہیم رضا خان قادری قدس سرہٗ کے نام پاک کی مناسبت سے آپکا اسم گرامی "**محمد اسمٰعیل رضا**" رکھا گیا، آپ کے القاب میں مشہور ترین لقب تاج الشریعہ ہے جو علم (نام) کا درجہ رکھتا ہے، آپ اپنے وقت کے فرد فرید، علوم نقلیہ کے تاجدار، علوم عقلیہ کے ماہر، میدان فقاہت کے شہسوار، میدان قیادت کے علمبردار، علم وفضل کے کوہ ہمالہ اور علم وعرفان کے بحر ناپیدا کنار تھے، وہ ایک ایسے عظیم علمی کارخانہ تھے جہاں پرزے نہیں ڈھلتے تھے بلکہ شخصیت سازی ہوتی تھی، عرب وعجم میں جن کی دھوم مچی تھی اور سارے جہان میں جن کا علمی وروحانی چرچہ تھا۔

کچھ تصانیف کا مختصر تعارف:

آپ کی کچھ اہم تصانیف جو آپ کے ہم عصروں میں آپ کو ممتاز کرتی ہوئی نظر آتی ہے، جن میں اول نمبر پر، افضل الکتاب بعدکلام اللہ یعنی جامع الصحیح البخاری، کا "التعلیقات الازهری علیٰ صحیح البخاری"، انتہائی مقبول ترین حاشیہ تحریر فرمایا، آپ نے حاشیہ بخاری شریف کے شروعات کے صفحات اولیٰ پر خطبہ میں اقسام و مصطلحات کا ایسا تذکرہ فرمایا کہ جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ رضویہ کا عکس نظر آتا ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ (اول) کے خطبہ میں فقہائے مجتہدین کے اسمائے گرامی اور بہت سی فقہی کتابوں کے ناموں کا ذکر کیا ہے اسی طرز عمل پر تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تعلیقات کے خطبہ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ یوں تو آپ نے عربی زبان میں بہت سی کتابیں تحریر فرمائی:

(١)الحق المبين(٢)الصحابة نجوم الاهتداء(٣)شرح حديث الاخلاص(٤)نبذة حياة الامام احمدرضا (٥)سد المشارع(٦)الفردة شرح القصيدة البردة(٧) تحقيق ان اباسيدنا ابراهيم عليه السلام تأرخ، لا آزر
(٨)مرأة النجدية بجواب البريلوية.
(٩)روح الفواد بذكرىٰ خيرالعبادﷺ
(١٠)نغمات اختر(نعتيه ديوان)

(۱۱)نهاية الزين فی التخفيف عن ابی لهب يوم الاثنين
(۱۲)حاشيه عصيدة الشهدة شرح القصيدة البردة.

آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مندرجہ ذیل عربی کتب ورسائل کا اردو ترجمہ کیا: (۱)انور المنان فی توحيد القرآن (۲)المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند(۳) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (٤)قصيدتان رائعتان (٥) عطايا القدير فی حكم التصوير.

اردو کتابیں:

۞ہجرت رسول ﷺ ۞آثار قیامت (تخریج شدہ) ۞ٹائی کا مسئلہ ۞ٹی وی ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم ۞شرح حدیث نیت ۞سنو! چپ رہو (دوران تلاوت نعرۂ حق نبی کی ممانعت) ۞دفاع کنز الایمان (دو جلدیں) ۞تین طلاقوں کا شرعی حکم ۞کیا دین کی مہم پوری ہوچکی؟ (مقالہ) ۞جشن عید میلاد النبی ﷺ ۞سفینۂ بخشش (دیوان شاعری) ۞ فضیلت نسب ۞ تصویر کا مسئلہ ۞اسمائے سورۂ فاتحہ کی وجہ تسمیہ ۞رؤیت ہلال کا ثبوت ۞المواہب الرضویہ فی فتاوی الازہریہ المعروف فتاویٰ تاج الشریعہ ۞چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم ۞منحۃ الباری فی حل صحیح البخاری ان کے علاوہ اور بھی غیر مطبوعہ بہت سی کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی۔ الغرض یوں ہی اگر ہر ایک کتاب تعرف کرایا جائے تو خود ایک مکمل کتابی شکل رونما ہو جائے۔

موصوف اپنے عہد کے ممتاز علما و فقہائے راسخین فی العلم اور مرجع صوفیائے کاملین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بیک وقت عظیم مفتی و محقق، بے مثال مفسر و محدث، نکتہ داں مدبر و مفکر اور عالمی مرشد کامل و شیخ طریقت تھے۔ غرض کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات کوئی محتاج تعارف و بیان نہیں۔ رب کریم نے آپ کی شخصیت کو بین الاقوامی سطح پر مرجع خلائق بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ کا گذر جس خشک وادی سے ہوتا وہ لہلہا اٹھتی تھی، جس علاقہ میں آپ ٹھہر گئے اسے آفتاب کی طرح روشن کر دیا اور خود بخود انسانیت کے دلوں کی آواز ان کے لبوں پہ جھوم اٹھیں۔۔۔۔ "بستی بستی قریہ قریہ /تاج الشریعہ تاج الشریعہ"

الغرض بہت سے تشنگان علوم و معرفت میلوں کا سفر کرکے آپ سے اکتساب فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! فقیر راقم السطور کو بھی اسی ذات والا گرامی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ وہ ایام میری زندگی کے انتہائی مبارک و مسعود ہیں کہ جن میں اس حقیر کو مرشد گرامی کی زیارت کے کئی مواقع میسر ہوئے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے مالا مال فرمائے اور آپ کے صدقے و توسل ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم دائم فرمائے!

آمین بجاہ سید المرسلین۔

پیغام تاج الشریعہ

مسلک اعلی حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے

احقر محمد رضاء المصطفےٰ نوری امجدیؔ
بھیونڈی تھانہ، مہاراشٹر
21/ جون ۲۰۲۱ء

۞بقیہ صفحہ نمبر 29 کا (حضور تاج الشریعہ کی محدثانہ..)

ہو نا یقیناً کارواں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے وصال سے ہمارے اکابر علماء و مشائخ کی دینی و ملی و مسلکی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور بریلی شریف کی مرکزیت کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ تمام علمائے اہل سنت متحد ہو کر جماعت کی شیرازہ بندی فرمائیں تاکہ ہماری جماعت بد مذہبوں کی عیاری و مکاری سے محفوظ رہے اور گلشن سنیت کی پر بہار رونق میں مزید اضافہ ہو۔

اللہ رب العزت جل جلالہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر خصوصی فضل و کرم کی بارش نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام سے سرفراز فرمائے، اور ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے علمی فیضان سے ہمیشہ مالا مال رکھے۔

آمین بجاہ النبی الكريم عليه التحية والتسليم

حضرت رفیق العلما ایک ہمہ جہت شخصیت

محمد ناظر القادری مصباحی
پرنسپل: جامعہ قادریہ بشیر العلوم، بھوجپور، مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، بر صغیر ہند و پاک کی وہ عظیم دینی درس گاہ ہے جس کے علمی، فکری، تحقیقی، فیضان سے پوری دنیائے سنیت سر سبز و شاداب ہے۔ استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ **عبد العزیز محدث مرادآبادی** قدس سرہ کے اس گلشن سدا بہار میں بے شمار پھول مہکے جنہوں نے نہ جانے کتنی غیر ذی ذرع وادیوں کو اپنی علمی، روحانی، لطافتوں سے رشک لالہ زار بنا دیا۔ انہیں شاہین صفت فرزندان اشرفیہ میں استاذ الاساتذہ، رفیق العلما، حضرت علامہ **مفتی محمد رفیق احمد** صاحب مصباحی ڈھکیاوی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بھی ارباب علم و دانش کے درمیان درخشندہ و تابندہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔

بہترین حافظ، عمدہ قاری، درس نظامی پر مکمل دسترس رکھنے والے زبردست عالم دین، باریک بیں مفتی، نکتہ رساں محقق، اور ایک عظیم مربی و استاذ تھے۔ آپ کی ذات گرامی گوں ناگوں صفات حمیدہ کی جامع تھی۔ تصلب فی الدین، راست گوئی، خدداری، احقاق حق، ابطال باطل، خوف خدا عز و جل، عشق رسول ﷺ، بلا خوف لومۃ لائم جذبہ اظہار حق، یہ وہ صفات جلیلہ ہیں جن کی وجہ سے آپ کی ہمہ گیر شخصیت اپنے امثال واقران کے مابین ممتاز تھی۔

ابتدائی حالات:

سہنس پور ضلع بجنور میں آپ کی پیدائش ہوئی، زمانہ طفولیت میں ہی والد گرامی عبد الرحیم کے انتقال کے بعد اپنے نانا عبد اللہ میاں ساکن ڈھکیا ضلع مرادآباد کے زیر کفالت آ گئے۔ اور ڈھکیا میں ہی آپ نے ۱۴؍ برس کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا، ڈھکیہ میں آپ دوسرے حافظ قرآن ہوئے پھر نانا جان نے قطب الوقت حضرت مولانا شاہ عبد السلام قدس سرہ بہادر گنجوی کے توسط سے معروف دینی دانش گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ کا داخلہ کرایا، تقریباً تین سال تک آپ اساطین علم و فضل کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے رہے۔ اسی دوران حضور حافظ ملت کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، حضرت نے پہلے آپ کو تجوید و قرآت پڑھنے کے لئے حضرت قاری عثمان اعظمی مصباحی صاحب مصباح التجوید کے پاس پانی پت بھیجا، وہاں آپ نے ایک سال تک قاری صاحب قبلہ سے فن تجوید و قرآت میں مشق و ممارست فرمائی اور چند عربی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد دار العلوم اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ دار العلوم اشرفیہ میں آپ نے جلیل القدر اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں حضور حافظ ملت کے علاوہ حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ بلیاوی علیہ الرحمہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب (صاحب سیرت مصطفیٰ ﷺ و جنتی زیور وغیرہ)، (شہزادۂ صدر الشریعہ) حضرت عبد المصطفیٰ اعظمی ازہری صاحب، علامہ سلیمان بھاگل پوری، حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی قدس سرہ جیسے ارباب فضل و کمال تھے۔

دار العلوم اشرفیہ میں آپ ممتاز طلبہ میں سے تھے، وہاں رہ کر آپ نے مسلسل پانچ سال اپنی علمی تشنگی بجھائی اور ۱۹۴۸ھ میں آپ کو دستار فضیلت سے نوازہ گیا۔

حضرت رفیق العلما کی تدریسی خدمات:

دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور سے فراغت کے بعد آپ نے کئی ایک مدارس اہل سنت میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں جن میں:

۱۔ مدرسہ فاروقیہ عزیز العلوم، قصبہ بھوجپور
۲۔ مدرسہ بدر العلوم، جسپور
۳۔ دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف
۴۔ دار العلوم محمدیہ، ممبئی

۵۔ دارالعلوم غریب نواز، ممبئی
۶۔ مدرسہ اجمل العلوم، سنبھل
۷۔ مدرسہ مفتاح العلوم، رام نگر

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مبدأفیاض نے علوم عقلیہ و نقلیہ پر عظیم دسترس عطافرمائی تھی بڑے بڑے دقیق مباحث آپ چٹکیوں میں حل فرما دیتے اور طلباآپ کی تدریسی استعداد کی فراوانی دیکھ کر فرحت وانبساط سے جھوم اٹھتے، آپ جس مدرسے میں قدم رنجاں ہوتے وہ مدرسہ علوم و فنون کی نکہتوں سے مہک اٹھتا، عروج وارتقا کے عظیم منازل طے کرنے لگتااور دور داز سے آنے والے باذوق طلبا کی آماج گاہ بن جاتا۔آپ کی ذات طالبان علوم نبویہ کی تربیت کے سلسلے میں شدت وشفقت کا حسین سنگم تھی یہی وجہ ہے کہ آپ ظل عاطفت میں پروان چڑھنے والے طلبا زبر دست صلاحیروں کے مالک ہوتے جن کے علم و فن کی وسعت، خدمت دین وسنت، اور تدریسی مہارت پر آج ایک زمانہ شاہد عدل ہے۔آپ کے تلامذہ میں جو جس میدان میں ہے وہ اپنی جگہ مسلمہ شخصیت ہے۔ جن میں:

حضرت علامہ مفتی یامین صاحب علیہ الرحمہ سابق مفتی بنارس،
حضرت علامہ عبدالسلام جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف،
حضرت علامہ مفتی ممتازاحمد نعیمی علیہ الرحمہ،
حضرت مولانا محمد عثمان صاحب معصوم پوری،
حضرت قاری لطافت حسین، آپ کے ممتاز شاگردوں میں ہیں۔

دعوتی وتبلیغی خدمات:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے علمی کمالات کی اصل جولان گاہ درسگاہ ہی تھی۔ تاہم آپ نے وعظ وخطابت کے ذریعہ بھی اسلام وسنیت کی خدمات انجام دیں۔ اس سلسلے میں آپ نے دور دراز کے اسفار بھی کیے۔ دلائل وبراہین کی روشنی میں آپ کے نہایت مفصل و مدلل خطابات ہوئے۔ جنھیں سن کر عقائد میں پختگی، تصلب اور اصلاح نفس کا جذبہ بیکراں موجزن ہو جاتا، مختلف مقامات پر طواغیتِ دیوبند نے جب اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات پر اعتراضات کرکے فضاناساز گار کرنے کی ناکام کوشش کی تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے وہاں پہنچ کر نہایت ہی دل نشیں، ایمان افروز، نجدیت سوز خطابات فرمائے۔ جن سے ضلالت وتوھب کی گھنگھور گھٹائیں چھٹ گئیں اور اہل حق کے دل خوشی و مرت سے باغ باغ ہو گئے۔ جن علاقوں یا بستیوں میں دیوبندیت ونجدیت کا خوف ناک عفریت پنپ رہا تھا حضرت وہاں بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور وہاں کے باشندگان کو درس ہدایت دے کر مسلک اہل سنت وجماعت پر استقامت کی تلقین فرماتے۔

جذبۂ اظہار حق:

علمائے ربانیین کا یہ طریقۂ کار رہاہے کہ وہ حق بات کا بر سر عام اعلان فرماتے ہیں اور حکم ربانی يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (سورۂ مائدہ، آیۃ: ۵۴) کی تفسیر بن کر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی حق بات ظاہر کرنے میں ہر گز دریغ نہ کرتے۔ اور نہ ہی کسی کی ملامت کا اندیشہ فرماتے۔ جلسوں، کانفرنسوں میں خطباو نعت خواں حضرات آپ کی موجودگی میں دامن احتیاط پکڑے رہتے اگر کسی سے بھی شرعی غلطی صادر ہوتی فوراً ٹوک دیتے۔ اور احسن طریقہ سے اس کی اصلاح فرماتے اگرچہ بعض مہربانوں نے اس وصف کو شدت مزاجی اور نہ جانے کن کن اوصاف سے تعبیر کیا مگر اہل بصیرت اس وصف کی عظمت و افادیت کو بخوبی جانتے ہیں۔

ردبدمذہباں ومناظرہ:

بحمدہ تعالیٰ آپ کو علام عقلیہ و نقلیہ میں مہارت راسخہ حاصل تھی۔ اسی وسعت مطالعہ، باریک بینی، کے سبب آپ نے بارہا متعدد
مسائل میں مختلف جگہوں پر دیوبندی، وہابی مولویوں سے بحثیں فرمائیں اور اللہ عز وجل کے کرم اور مصطفٰی جان رحمت ﷺ کی عنایت سے ہر بار مخالف کو شکشت فاش دی۔ اہل سنت کے عقائد و معاملات کی حقانیت وصداقت پر ایسے دلائل قاطعہ پیش فرماتے کے مدمقابل ساکت ومبہوت رہ جاتا۔ دیوبندی جماعت کے بڑے بڑے سورماؤں کو آپ نے دھول چٹائی۔ لنڈھورا ضلع ہری دوار کا مشہور مناظرہ آپ ہی کی صدارت میں ہوا تھا جس میں سرپرست

حضور صدر العلما امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور مناظر اعظم مفتی محمد حسین سنبھلی علیہما الرحمۃ تھے۔

ایک عظیم مربی:

حضرت طلبا پر حد درجہ شفیق و مہربان تھے۔ طلبا پر ان کی عنایات ابر باراں بن کر برستی تھیں۔ وہ اپنے تلامذہ میں کسی قسم کی کمزوری برداشت نہ کرتے بلکہ انہیں ہر میدان کا شہسوار دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے تلامذہ آج بھی ان کے احسانات اور کرم فرمائیوں کو یاد کرکے حضرت کی بارگاہ میں ھدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ معصوم پور کے ایک دینی جلسہ میں حضرت کے شاگرد رشید مفتی یامین صاحب رحمہ اللہ تعالی کا خطاب سننے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ خطاب بڑا شاندار، بصیرت افروز، دلائل و براھین سے مزین اور مختلف علوم و فنون میں حضرت کی دسترس کا ثبوت تھا۔ خطاب کے اختتام پر حضرت مفتی یامین صاحب نے نہایت زبردست آداب و القاب کے ساتھ اپنے استاد گرامی حضرت علامہ مفتی رفیق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل کرتے ہوئے اپنی تمام تر علمی فنی کامرانیوں کو حضرت کی عنایتوں کا مرہون منت قرار دیا۔

یادش بخیر:

مجھے پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت کا شرف مدرسہ معراج العلوم ڈھکیہ میں ہوا۔ وہاں ایک تنظیم کے قیام کے سلسلے میں علمائے ڈھکیہ نے میٹنگ رکھی تھی جس میں علما و ائمہ کے علاوہ اطراف کے اصحاب علم شریک ہوئے تھے۔ راقم الحروف اس وقت الجامعہ الاشرفیہ میں جماعت سادسہ کا طالب علم تھا، ایک شادی کی تقریب میں ڈھکیہ حاضری ہوئی تھی۔ اتفاق سے میٹنگ میں بھی شرکت ہو گئی۔ اس میٹنگ کی صدارت مفتی صاحب فرمارہے تھے۔ اکثر شرکا نے باری باری نے اظہار خیال فرما کرامت مسلمہ کو درپیش مسائل کا تجزیہ پیش کیا۔ اور اصلاح معاشرہ کے حوالے سے تجاویز بھی پیش کیں۔ محب گرامی حضرت مولانا آصف رضا مصباحی زید مجدہٗ نے راقم الحروف کو بھی دعوت اظہار رائے دی۔ میں نے کچھ داخلی حالات کے پیش نظر مختصر وقت میں اتفاق و اتحاد کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار بھی پڑھے :

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خرشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے
منتشر قطرے تھے فنا ہو کر رہے
یہی ایک ہوتے تو سمندر ہوتا

بحمدہ تعالی وبفضل حبیبہ الاعلیٰ ﷺ

حاضرین کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب نے بھی راقم الحروف کو داد و تحسین سے نوازا۔ اور کافی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ مگر افسوس صد افسوس میری یہ پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی یوں کہ علم و فضل کا یہ مہر تاباں ۹؍ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۱؍ جنوری ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ قصبہ ڈھکیہ میں روپوش ہو گیا۔ اور ہزاروں سوگواروں کو روتا، بلکتا چھوڑ گیا۔

ابر رحمت انکی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

محمد ناظر القادری مصباحی
ساکن: بنکاوالا خادم التدریس
جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم
قصبہ بھوج پور، ضلع مرآباد

مفتیٔ اعظم راجستھان کی یادوں کے تابندہ نقوش

تحریر۔ نازش المدنی مرادآبادی

بابائے قوم وملت اشفاق العلماء مفتیٔ اعظم راجستھان حضرت علامہ الشاہ مفتی اشفاق حسین نعیمی اجملی قدس سرہ العزیز اس جلیل القدر، کثیر الصفات اور ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے جس کے دم سے آج راجستھان کی سنگلاخ زمین علم کے نور سے منور وتاباں نظر آرہی ہے۔ آپ علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ کے جس گوشہ پر کلام کیا جائے اس کا احاطہ مشکل تر ہے۔ یوں تو سرکار مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر بہت کچھ لکھا جا چکا۔ مگر اس تحریر میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ان محاسن و کمالات کو ذکر کیا جائے گا۔ جن کو خود سرکار مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید صوفی باصفا عالم باکردار حضرت علامہ مولانا نثار احمد باسنوی زید، عزہ نے ایک علمی وروحانی مجلس میں بندہ ناچیز کو بیان کیا۔

آپ علیہ الرحمہ نے فاروقیہ بک ڈپو کا قیام کیوں کیا؟

اس کے بابت علامہ نثار احمد باسنوی دام ظلہ بیان کرتے ہیں: سرکار مفتیٔ اعظم راجستھان سے ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ حضور آپ نے اپنے صاحبزادے حاجی معین اشرفی صاحب کو عالم کیوں نہیں بنایا؟ تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا اس لیے کہ کوئی میرے بعد یہ نہ سمجھ لے کہ میں نے اپنی گدی سنبھالنے کے لیے انکو اپنا جانشین بنالیا بلکہ ان کو کچھ جماعت کا درس دینے کے بعد کاروبار (فاروقیہ بک ڈپو) کی طرف بڑھادیا تاکہ خود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائیں اور لوگ بد گمان ہونے سے بچے رہیں۔ فاروقیہ ڈپو کا نام فاروقیہ بک ڈپو کیوں نامزد فرمایا؟ اس حوالہ سے مولانا موصوف بیان کرتے ہیں میں اور حاجی معین دونوں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر تھے مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مکتبہ کا نام کیا رکھا جائے؟ تو حاجی معین صاحب نے فرمایا کہ حضور اس کا نام فارقیہ بک ڈپو رکھ دیا جائے تو کیسا رہے گا۔ اس لیے دور صحابہ کرام میں جب اسلام پر حملہ ہوا تھا تو اسی نام فاروقی نے اسلام کو جلا بخشی لہذا اس کا نام یہ ہوتا کہ بدمذہب کے مکاتب جو ہیں انکی تردید ہو اور عقائد حقہ کی ترویج واشاعت ہو۔ اور تھا بھی ایسا ہی کہ جب کوئی دہلی میں غیروں کے مکتب پر جاکر کنز الایمان شریف کو طلب کرتا تو یہ لوگ دیوبندیوں کے ترجمے تھما دیتے اس طرح لیسے یہ لوگوں کے عقائد پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔ مگر جب فاروقیہ بک ڈپو وجود میں آیا تو پھر الحمد للہ دین وسنیت کا ایسا کام ہوا کہ آج مٹیا محل دہلی میں اہل سنت وجماعت کے درجنوں مکاتب موجود ہیں۔

دین کے کاموں میں خلوص وللہیت

مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ باسنی کے جلسہ میں تشریف لائے تو جلسہ کے اختتام پر ہم نے حضرت کو مصافحہ میں لفافہ پیش کیا۔ حضرت اسکو لیکر چلے گیے جب ہم بقیہ ماندہ لفافوں کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو غلطی سے پیسوں کی بجائے دعوت والا لفافہ پہنچ گیا ہے۔ ہم بہت پریشان خاطر ہوئے پھر جب حضرت باسنی تشریف لائے تو ہم نے حضرت کی بارگاہ میں معذرت پیش کی کہ حضرت ہم سے بڑی غلطی ہوگئی ہے کہ غلطی سے پیسوں کی جگہ دعوت والا لفافہ آپ کو دے دیا اس پر آپ علیہ الرحمہ بالکل غصہ نہ ہوئے اور نہ ہی کسی طرح نارضگی کا اظہار کیا بلکہ فرمایا میں

نے تو وہ لفافہ ابھی تک کھول کر ہی نہیں دیکھا۔اللہ اکبر کیسی وسعت ظرفی تھی اس مرد قلندر کی۔اگر ہوتا آج کا کوئی خطیب تو سیخ پا تو ہوتا ہی ساتھ میں اس علاقہ میں آنے کی کبھی تاریخ بھی نہ لیتا مگر قربان جاؤں سیدی مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی تحمل مزاجی اور اخلاص پر کہ آپ نے کس طرح ان لوگوں کو کسی قسم کی کوئی خلش محسوس نہ ہونے دی۔

لوگوں کی چندوں کا کس قدر خیال فرمایا:

مولانا موصوف ہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ ادے پور راجستھان کے سفر میں کسی جلسہ میں گیا ہوا تھا جب حضرت قیام گاہ سے جلسہ میں جانے لگے تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ نثار میاں! یہاں ہی رہنا جلسہ میں مت جانا مولانا کہتے ہیں مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کہ حضرت نے مجھے جلسہ میں جانے سے کیوں روکا خیر میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قیام گاہ ہی پر رہا۔اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آگئی جب جلسہ ختم ہوا تو حضرت کمرہ میں تشریف لائے اور مجھے بیدار کیا اور لفافہ آگے بڑھاتے ارشاد فرمایا لو! نثار میاں یہ تمہارے لیے نذرانہ کا لفافہ ہے اور فرمایا کہ جلسہ میں، میں تمہیں اس لیے نہیں لیکر گیا کہ لوگوں نے بس مجھے بلایا تھا اور ہمیں عوام پر بوجھ نہیں بننا چاہیے مگر انہوں نے آپ کا نذرانہ یہیں پہنچا دیا ہے۔اللہ غنی کیسی دور اندیشی تھی اس روشن ضمیر کی کہ پہلے ہی اس بات کو پرکھ لیا کہ اگر یہ بھی جائیں گے تو لوگ انکے لیے بھی انتظام کریں گے اور اس طرح عوام بیچاری پریشان ہوگی اور انکو پریشان کرنا اچھی بات نہیں اس لیے مولانا کو قیام گاہ پر ہی رہنے دیا۔

اصلاح کا دلنشین انداز

مولانا نثار صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں:

حضور مفتیٔ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کا جب کبھی کسی فریقین کی اصلاح کرنی ہوتی تو آپ علیہ الرحمہ اصلاح کا بڑا اچھوتا انداز اختیار فرماتے جو واقعی لائق تقلید ہوتا وہ اس طرح کہ آپ علیہ الرحمہ کسی تیسرے شخص کے یہاں پہلے فریقین کو آمنے سامنے بلائے بغیر فرداً فرداً دونوں سے بات چیت کر لیتے اور پھر دونوں کو ایک ساتھ بلاتے اور فرماتے کہ تم بھی میرے ہو اور تم بھی میرے ہو مجھے راضی کرنا چاہیے ہو تو فوراً ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کر لو اس فریقین کی ٹھنی ہوئی جنگ منٹوں میں ختم ہو جاتی اور بھائی چارگی کا سلسلہ شروع ہو جاتا اس واقعہ سے جہاں اصلاح کرنے کا احسن طریقہ سیکھنے کو ملا وہیں یہ بات بھی سیکھنے کو ملی کہ جب بھی فریقین کی اصلاح مقصود ہو تو فریقین میں کسی کے گھر کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے گھر کا تعین کیا جائے تاکہ فریقین میں سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں کے گھر ٹھہرنے کی وجہ سے اسکے ساتھ رعایت کی گئی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ راجستھان کے کسی صاحب نے حضرت کے سامنے چندہ کے بابت یہ کہہ دیا کہ راجستھان کا چندہ ہمارے راجستھان ہی میں رہنا چاہیے کہیں باہر نہیں جانا چاہیے اس پر حضرت بہت برہم ہوئے اور فرمایا ایسا نہیں ہونا چاہیے جو اہلسنت وجماعت کا ادارہ ہے وہ ہمارا ادارہ ہے اس لیے جس ادارے کو بھی ضرورت پیش ہو اسکی مالی امداد کی جائے پھر فرمایا اگر یہ بات ہوتی میں سنبھل سے راجستھان میں دین کے خاطر نہ آتا۔

مصلی امامت پر پیش قدمی سے احتیاط

مولانا موصوف مزید بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ مصلی امامت پر آگے بڑھنے سے بہت زیادہ احتیاط کرتے اور ارشاد فرماتے مولانا! امامت ایک انتہائی ذمہ داری کا کام ہے ہم کو اپنی نمازوں کا خوف رہتا ہے تو دوسروں کا بوجھ کہاں سے اٹھا پائیں گے اس طرح آپ خود آگے نہیں بڑھتے بلکہ دوسروں کو آگے بڑھا دیتے۔

سفر کے چند معمولات

مولانا نثار احمد باسنوی دام ظلہ بیان کرتے ہیں کہ فقیر کے ۱۰ سے ۱۵ ؍سال حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ سفر میں گزرے میں نے آپ کو حقیقت میں یادگار اسلاف پایا

مابقیہ صفحہ نمبر 56 پر ملاحظہ فرمائیں ❖❖❖❖

فروغ اردو ادب میں مدارسِ اسلامیہ کا کردار

اردو ادب

✍ محمد شہباز

ہمارے ہندوستان میں بہت سی زبانیں بولیں جاتی ہیں، انہیں زبانوں میں سے ایک اردو زبان ہے۔ یہ محض اک زبان ہی نہیں بلکہ ایک مکمل تہذیب ہے، ساتھ ہی یہ زبان اپنا ایک اعجاز بھی رکھتی ہے۔اس زبان میں ایسی شیرینی اور لطافت پائی جاتی ہے کہ غیر اردوداں طبقہ بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ زبان سیدھے کانوں کے ذریعہ دلوں میں گھر کر لیتی ہے جس کے بارے میں مرزا داغ دہلوی نے کیا خوب کہا ہے:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو زبان میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے کہ ہر کوئی اس کو بہت جلد اپنا لیتا ہے۔اس کا دامن بہت کشادہ ہے اس نے اپنے دامن میں بلا تفریق مذہب وملت تمام لوگوں کو جگہ دی ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو، سکھ ہوں یا عیسائی سبھی کو اس زبان نے مسحور کر رکھا ہے۔

بہر کیف اردو زبان و ادب میں اہل مدارس کی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔اہل مدارس ماضی کی طرح آج بھی اردو کے لیے پر جوش اور سینہ سپہر ہیں اور یہ مدرسے اردو زبان کے پختہ اور بنیادی تعلیم کے اہم مراکز ہیں۔

وہ اردو کا مسافر ہے یہی پہچان ہے اسکی
جدھر سے بھی گزرتا ہے سلیقہ چھوڑ جاتا ہے

ہندو پاک کے ۹۹ فیصد سے بھی زیادہ مدارس میں ابتدائی درجوں سے لیکر عالمیت اور فضیلت تک ذریعہ تعلیم اردو زبان ہی رہتی ہے۔درس وتدریس کے علاوہ مدرسے والے دوسرے کام بھی اردو ہی میں کرتے ہیں، اردو زبان ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔یہی دینی مدارس ہندوستان کی ان ریاستوں میں بھی اردو زبان کو فروغ دے رہے ہیں جہاں اردو مادری زبان نہیں ہے جیسے آندھرا پردیش، کیرالا وغیرہما۔ ان مدارس سے تعلیم یافتہ طلبہ اردو زبان میں اس قدر گرفت بنا لیتے ہیں کہ جب وہ بولتے ہیں تو لگتا ہے کہ ان کی مادری زبان اردو ہی ہے۔ یہ مدارس اسلامیہ ہی کا فیضان ہے کہ اردو زبان ان علاقوں میں پہنچ گئی اور بولی، سمجھی جانے لگی جو اردو سے پورے طور نابلد تھے۔

اردو زبان کے فروغ میں مدارس اسلامیہ کا ایک روشن پہلو یہ بھی رہا ہے کہ اہل مدارس نے فارسی اور عربی زبان کی ہزاروں کتابوں کا نہ صرف اردو میں ترجمہ کیا بلکہ شروحات بھی اردو ہی میں لکھیں۔قرآن پاک کی تفسیریں اور احادیث پاک کی شرحیں اردو میں لکھی گئیں۔شریعت اور احکامِ شریعت پر بھی بہت سی کتابیں اردو میں لکھی گئیں۔

اگر آپ ان کتابوں کی زبان اور ادبیات پر غور کریں اور نتیجہ نکالیں تو یہ کتابیں اردو زبان وادب کے بہتریں ماخذ میں شمار کی جا سکتی ہیں۔جس کی عمدہ مثال ترجمہ قرآن کنز الایمان مع خزائن العرفان نوشتہ امام احمد رضا خان نور اللہ مرقدہ ہے یہ اردو زبان وادب میں بے نظیر اور بے مثال ترجمہ ہے جس کے بارے میں حضرت سید محمد اشرف محدث اعظم، جنہوں نے خود قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں: ”کنز الایمان کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس مقام پر لکھا ہی نہیں جا سکتا“

ملک شیر محمد خان لکھتے ہیں:

''کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں اردو اتنی ترقی یافتہ زبان نہ تھی جتنی آج ہے مگر انھوں نے جو کچھ برسوں پیشتر لکھا ہے اسے پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ کر رہا ہے''

امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے بہت عام فہم زبان میں ترجمہ کیا جس کو ہر کوئی بآسانی پڑھ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اور آج کے اردو زبان وادب میں سلاست وروانی، سادہ وعام فہمی کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ جتنی زبان عام فہم ہوگی اتنی ہی مقبول ہوگی۔ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے اس اسلوب کو ملحوظ خاطر رکھا اور ایک اچھوتے انداز میں قرآن پاک کا منفرد اور لا جواب ترجمہ پیش کیا جس کی سلاست وروانی اور عام فہمی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں: وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (النور/۳۸) اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا (الانعام/۶) اور ان پر موسلا دھار پانی بھیجا۔

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ (البقرہ/۱۳۹) ہماری کرنی ہمارے ساتھ، تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔

کنزالایمان یوں خوبصورت تعبیرات، محاورات، ایجاز و اختصار، عام فہم زبان اور روز مرہ کے الفاظ کا استعمال بدرجہ اتم موجود ہے جس کو اردو زبان وادب کے شہ پاروں میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح صدر الشریعہ علامہ امجد علی کی بہارِ شریعت، در اصل یہ کتاب احکام شریعت میں اردو زبان وادب کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کی بھی زبان بالکل سادہ اور سلیس ہے۔ اس کی عبارت روز مرہ کے الفاظ و محاورات اور زبان کے حسن و لطافت سے بھرپور ہے جو اپنے قارئین کو فقہی مسائل کی پیچیدگی کے باوجود اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا احساس نہیں ہونے دیتی۔

صدر الشریعہ عربی، فارسی کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے بھی ماہر تھے جنھوں نے نہ صرف بہارِ شریعت میں مقامی اور عوامی الفاظ کو استعمال کیا ہے بلکہ بہت سے الفاظ اور محاورے ایجاد بھی کئے ہیں جو بہارِ شریعت سے پہلی کتابوں بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ صفا مروہ کی پہاڑی کی توضیح میں لکھتے ہیں۔

''مروہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی، یہاں بھی اب قبلہ روخ دالان سا ہے اور سیڑھیاں، صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے۔ صفا سے چلتے ہوئے داہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وہ انکھیارا ہے''

یہ دونوں عبارتیں عام فہم اور بول چال کی زبان کی بہترین مثالیں ہیں جن کو صدر الشریعہ نے اپنی کتاب بہارِ شریعت میں پیش کیا ہے، اور یہ انداز

بیان موجودہ اردو زبان وادب میں بہت مقبول و معروف ہے۔

اگر خالص ادبیات کی بات کی جائے تو فضلاء مدارس میں بھی ایک اچھی خاصی تعداد ادیبوں اور شاعروں کی مل جائے گی۔ مثال کے طور پر مولوی عبدالحق، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا حالی، نظریات ان کے کچھ بھی ہوں لیکن یہ سب کے سب مدارس اسلامیہ کے تعلیم یافتہ ہیں جن کے ادبی کارناموں کو اردو زبان وادب کی صف اول میں جگہ دی جاتی ہے۔ مدارس اسلامیہ کا ہی احسان ہے کہ زبان وادب، قواعد وضوابط اور الفاظ و معانی پر گرفت رکھتے ہیں۔

آج بھی اگر آپ عصری درسگاہوں کا معاینہ کریں تو فارغین مدارس اسلامیہ کو شعبہ اردو کے ہونہار طلبہ میں پائیں گے۔ مدارس اسلامیہ کے فارغین کتنے بھی کمزور کیوں نہ ہوں تلفظ کی غلطی نہیں کریں گے اور بر سبیل عکس شعبہ اردو کے بڑے سے بڑے اسکالر کو لے لیجئے اگر مدارس اسلامیہ سے اکتساب فیض نہیں کیا ہے تو تلفظ میں غلطی، فاعل و مفعول میں اشتباہ، افعال و تفعیل میں دھوکہ ضرور کھا بیٹھتا ہے۔

راقم نے خود بہت سے اسکالرس کے خطاب سنے ہیں اور تلفظ کی غلطیاں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور جب ان کی زندگی کے بارے میں تحقیق کی تو جانا کہ مدارس اسلامیہ کے تعلیم یافتہ نہیں رہے ہیں۔ نتیجتاً اب اگر کوئی اسٹیج پر اردو میں تلفظ کی غلطیاں کرتا ہے تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ متکلم کا کسی مدرسے سے ناطہ نہیں رہا ہے اگر رہا ہوتا تو یہ غلطیاں نہ ہوتیں۔

کسی بھی زبان کے فروغ وترقی میں تقریر وخطابت کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ جہاں خطاب کے ذریعہ خطیب سامعین کو کوئی پیغام دیتا ہے وہیں ان کی سماعتوں کو زبان وادب کی حلاوت و شیرینی سے بھی روشناس کراتا ہے۔ اہل مدارس نے فن تقریر و خطابت کے ذریعہ جو اردو زبان وادب کی خدمات انجام دی ہیں وہ قابل

ذکر ہیں۔ موجودہ زمانہ میں جنھوں نے اردو زبان وادب کو اپنے خطاب سے تقویت بخشی ان دو نام بہت اہم ہیں (۱) علامہ مشتاق احمد نظامی (۲) علامہ قمرالزماں اعظمی۔ اگر آپ ان حضرات کی تقریروں کو سنیں تو دیکھیں گے کہ الفاظ کی بندش کا انتخاب اور ان کی ترکیبات، تشبیہ و استعارات کا سلکشن، کنایہ و تلمیحات کا استعمال اور آواز کی سختی ونرمی، جن کو سن کر لگتا ہے کوئی ماہر ادیب یا زبان کا اکسپرٹ وعظ و نصیحت نہیں بلکہ اپنی قابلیت اور ذہانت کے گوہر بکھیر رہا ہے اور جس نے سامعین پر سکتاطاری کرر کھا ہے۔ اگر آپ کو اردو زبان وادب سے کچھ شغف ہے تو گھنٹوں سنتے چلے جائیں اکتاہٹ محسوس نہیں ہو گی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کنیڈی اوڈیٹوریم میں کئی بار علامہ قمرالزماں اعظمی کے خطابات سننے کا موقع ملا، ایک گھنٹہ تیس منٹ گزر گئے اور ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی خطبہ شروع ہوا ہے، یہ سب اردو زبان وادب کی حلاوت اور خطیب کی اس پر مہارت کا نتیجہ تھا۔

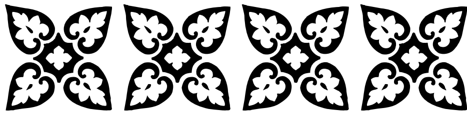
اردو زبان وادب کے فروغ میں اہل مدارس کا کردار بہت اہم رہا ہے جو ان چند صفحات میں سمایا نہیں جا سکتا ہے۔ اردو زبان و ادب کے فروغ میں ان رسائل و میگزین کا بھی بہت اہم حصہ ہے جو مدارس اسلامیہ سے ماہانہ، سہ ماہی، شش ماہی، سالانہ نکلتے ہیں۔ جیسے ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ماہنامہ اشرفیہ، سنی دنیا، وغیرہ۔ ان سب کی زبان اردو ہوتی ہے جن میں طلبہ و فارغین مدارس اسلامیہ مختلف موضوعات پر کھل کر لکھتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں ،ساتھ ہی ساتھ چھوٹے مدرسوں میں ہفتہ واری یا نصف ماہی نکلنے والے وال پیپرس جو مدرسہ کی کسی خاص دیوار پر چسپاں ہوتے ہیں، جن میں طلبہ چھوٹے چھوٹے موضوعات پر اور حالات حاضرہ پر مضامین لکھتے ہیں، ان سب جرائد کی زبان بھی اردو ہی ہوتی ہے۔

اگر فارغین مدارس اسلامیہ کے ناموں کو اردو ادب کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو اردو کی اصل روح مردہ ہو جائے گی کیوں کہ اگر آپ اردو ادب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پائیں گے کہ وہ لوگ جو اردو ادب کی تاریخ میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں سب کے سب مدارس اسلامیہ کے تعلیم یافتہ ہیں، مولانا حسرت موہانی ہوں یا مولانا حسین آزاد ہو یا مولوی عبدالحق وغیر ہم۔

یہ بات بھی برحق ہے کہ اردو زبان وادب کی آب یاری ہمیشہ مدارس اسلامیہ میں ہوئی ہے اور حالات حاضرہ میں بھی اردو زبان وادب مدارس اسلامیہ سے برابر توانائی حاصل کر رہا ہے۔ اس لیے آج کے پر خطر حالات میں اردو زبان وادب کی بقا کے لیے مدارس اسلامیہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔

سلیقے سے ہواؤں میں جو خوشبو گھول سکتے ہیں
ابھی کچھ لوگ زندہ ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

از: محمد شہباز مصباحی
ریسرچ اسکالر
شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی، دہلی



بقیہ صفحہ نمبر 53 کا (مفتئ اعظم راجستھان..)

گاڑی میں بیٹھ کر آپ داہنے جانب دیکھتے رہتے کبھی آگے کی سمت نہ دیکھتے اور سفر میں کبھی پان نہیں کھاتے وجہ یہ ہوتی کہ کہیں پان تھوکنے میں کہیں کسی راہگیر کے نہ پڑ جائے اسی طرح سفر میں بہت کم کھاتے پیتے اور فرماتے کہ زیادہ اس لیے نہیں کھاتا ہوں کہ پھر استنجاء کی حاجت پیش آئے گی اور اس طرح بے وضوئی ہو جائے گی اس واسطہ بہت کم کھاتے پیتے تاکہ اکثر اوقات آپ باوضو رہیں مولونا موصوف بیان کرتے ہیں ۱۰،۱۵ سال میں میں نے کبھی حضرت کو کسی کی غیبت و بدگوئی کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ کئی بار تو میں نے کئی کے تذکرے بھی چھیڑے مگر حضرت اس بات رخ پھیر دیتے اور اس پر توجہ نہ فرماتے اور مشربی اختلافات سے آپ دور و نفور تھے آپ کی شخصیت بڑی پاکیزہ شخصیت تھی کسی خانوادہ سے آپ کا کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ فرماتے کہ نثار میاں! میں جتنا پکا اشرفی اتنا پکا رضوی بھی ہوں یعنی آپ علیہ الرحمہ بیک وقت اشرفی رضوی سنگم تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علم کا شیدائی!!

از غلام مصطفیٰ نعیمی، دہلی

انیس سال کا بانکا سجیلا خوب رو جوان مروجہ علوم وفنون کی دستار سر پر سجائے اہل خانہ کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا۔ مگر آنکھوں میں علم کی تہوں تک جانے کا جذبہ رہ رہ کر انگڑائیاں لے رہا تھا۔ ایک طرف زمانہ اس جوان کے علمی اٹھان اور فقہی شباب کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ کر رہا تھا مگر اس جوان کی طبیعت "ھل من مزید" کی طرف مائل تھی۔ والد گرامی سے اپنے بیٹے کی یہ کیفیت پوشیدہ نہ تھی۔ کچھ مخصوص احباب سے مشورہ کرنے کے بعد والد گرامی نے ایک بڑا فیصلہ کر لیا۔

سنو شہزادے!

جی اباّحضور!

جوان نے نہایت سعادت مندی سے والد گرامی کو جواب دیا اور بہ کمال نیاز مندی سر جھکا کر ہمہ تن گوش ہو گیا۔

میرے لخت جگر! آپ صرف میری ہی نہیں بلکہ اس عظیم خانوادے اور پوری جماعت کی امید ہو۔ زمانہ ٹک ٹکی لگائے اُس شہزادے کا منتظر ہے جو اپنے اجداد کی علمی وراثت کا سچا جانشین ہو اور عالم اسلام کی علمی ودینی خدمات کا حق ادا کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

میرے چاند سے حسین بیٹے!

منصب کمال بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوتا۔ ہر عروج کے پس منظر میں صاحب عروج کی انتھک محنتیں اور قربانیوں کی انمٹ داستان پوشیدہ ہوتی ہے تب کہیں جا کر عزت وکمال کا منصب عظمی حاصل ہوتا ہے۔

جان پدر! تمہاری آنکھوں میں مجھے وہ چمک نظر آتی ہے جس کے لیے تمہارے اجداد مشہور رہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم عالم اسلام کی سب سے قدیم درس گاہ میں جا کر اکتساب علم کرو اور علم وفن کے نئے جہانوں کی تلاش کرو۔

حالانکہ میرا دل تمہاری جدائی کے خیال سے ہی بیٹھ جاتا ہے مگر اجداد کی امانت اور ملت اسلامیہ کی آرزوؤں کا خیال آتا ہے تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ میرے دادا جان اور بابا کی روشن کی ہوئی علمی شمع کمزور نہ پڑ جائے اس لیے اس علمی چراغ میں تمہیں اپنی محنت ومشقت کا لہو ڈالنا ہے تاکہ اس کی لو تیز سے تیز تر ہو اور زمانہ اس کی روشنی میں صلاح وفلاح کا راستہ طے کر سکے!!

چند جملوں میں باپ نے پدرانہ شفقت، سوز وکرب، ملی تڑپ، غم امت، جدی امانت اور سینے میں اٹھ رہا سارا درد وکرب بیان کر دیا۔ کہتے ہوئے آنکھیں نم ہو گئیں مگر یہ آنسو صرف درد یا جدائی کا اظہار یہ نہیں تھے بلکہ آنسوؤں کی چمک اس عزم ویقین کا پتہ دے رہی تھی کہ عن قریب اُن کا شہزادہ علم وفضل کے اس مقام پر فائز ہوگا جس کی تمناؤں میں بڑے بڑے فرماں روا اور فلاسفر ناکام رہے۔ سعادت آثار بیٹے نے آگے بڑھ کر والد گرامی کو ہاتھوں کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور ادب کے ساتھ عرض کیا: ابا جان! میں اپنے رب کا جتنا شکر ادا کروں تو کم ہے، جس نے وراثت نبوی کی پر نور وادیوں میں جانے کا ایک اور حسین موقع عطا کیا۔ اپنے مقدر پر نازاں ہوں کہ اجداد کی علمی وراثت کے لیے آپ کی زمانہ شناس نگاہوں نے میرا انتخاب کیا۔

آپ مطمئن رہیں میں طلب علم کی راہ میں ہر درد کو دوا اور ہر تکلیف کو راحت جان سمجھوں گا۔ اکتساب علم کے اس سفر میں کیسی ہی پریشانیاں آئیں مگر آپ کا بیٹا عزم وحوصلے کی چٹان بن کر ثابت قدم رہے گا اور اپنے اجداد کی علمی وراثت کے لیے اپنے تمام رنج وغم شربت شیریں کی طرح پی کر آپ کی تمناؤں کی تکمیل کرے گا۔___ جلد ہی پورے خاندان کی دعاؤں کا تحفہ لے کر یہ جوان عالم اسلام کی سب سے قدیم درس گاہ "جامعہ

ازہر مصر" کے لیے روانہ ہوگیا۔ دن ہفتوں، ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں کا سفر طے کرتے رہے۔ ابھی دو سال ہی کا سفر طے ہوا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ عزیز از جان والد دار فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئے۔

آہ!

دیارِ پردیس میں نازوں کا پالا لاڈلا شہزادہ اکیلا تھا۔ واپس جاکر شفیق والد کی شفقتوں کو سمیٹنے اور ان کی محبتوں کی چھاؤں میں بیٹھنے کی تمنا ہلورے مارتی تھی مگر آج اس خبر وحشت نے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ سوچا تھا کہ جامعہ ازہر سے علمی رفعتوں کا تاج سجا کر والد گرامی کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا مگر قسمت نے اتنا موقع ہی نہیں دیا اور جس مہربان باپ نے اپنی محبت واپنائیت کی چھاؤں میں رخصت کیا تھا آج وہی شجر سایہ دار رخصت ہو گیا۔

دل کا درد آنکھوں سے آنسو بن کر نکلنے لگا۔ پورا وجود درد کی شدت سے لرز رہا تھا۔ رہ رہ والد کی شفقتیں یاد آتیں تو آنکھوں سے برستا ساون اور تیز ہو جاتا۔ رنج و غم کی لہریں پورے وجود کو حصار میں لے چکی تھیں اچانک والد گرامی کے الفاظ کانوں میں گونجے:

"میرے چاند سے حسین بیٹے! منصب کمال بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوتا۔ ہر عروج کے پس منظر میں صاحب عروج کی انتھک محنتیں اور قربانیوں کی انمٹ داستان پوشیدہ ہوتی ہے۔ تب کہیں جاکر عزت و کمال کا منصب عظمیٰ حاصل ہوتا ہے۔"

الفاظ کا گونجنا تھا کہ والد کی آنکھوں کے چمکتے آنسو اور آنسوؤں میں پنہاں عزم ویقین کی وہ چمک بھی یاد آگئی۔ جس قربانی کا والد نے ذکر کیا تھا آج اسی قربانی کا وقت تھا۔ اس یاد کا آنا تھا کہ سارا درد دل میں ہی روک لیا۔ بہتے ہوئے آنسوؤں کو ضبط کیا

اور قلم اٹھا کر درد دل کو لفظوں کا لباس پہنا دیا:

کس کے غم میں ہائے تڑپاتا ہے دل
اور کچھ زیادہ امنڈ آتا ہے دل

ہائے دل کا آسرا ہی چل بسا
ٹکڑے ٹکڑے اب ہوا جاتا ہے دل

کون جانے رازِ محبوب و محب
کیوں لیا جاتا، دیا جاتا ہے دل

جاں بحق تسلیم ہو جان ترا
یاد کرکے میرا بھر آتا ہے دل

ان اشعار کے ساتھ ہی درد سے بے چین دل کو سکون ملا اور اس جوان نے نہایت صبر واطمینان کے ساتھ والد گرامی کے رفع درجات کے لیے قرآن خوانی اور فاتحہ کا اہتمام کر کے ایصال ثواب کیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ اسی وقت گھر واپس لوٹ جائیں مگر والد کی نصیحت، خاندان کی امیدیں، امانت اسلاف کا خیال اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے جذبے نے دل کو اس قدر توانا کر دیا تھا کہ درد دوا بن گیا۔ سینے میں اٹھتی ہوئی درد کی لہریں وہیں دب کر رہ گئیں اور یہ جوان پھر سے حصول علم میں مصروف ہو گیا۔

یوں تو اب تک بھی نہایت جاں فشانی سے علمی منزلیں طے کی جارہی تھیں مگر والد کے وصال نے دل کی دنیا پر ایسا اثر ڈالا تھا کہ شب وروز والد کے الفاظ کانوں میں گونجتے تھے۔ اب تو ایک ایک لمحہ علمی رفعتوں کے حصول میں گزر رہا تھا۔ اس جوان کی شبانہ روز محنتیں ضائع نہ گئیں اور ٹھیک ایک سال کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ جب اس جوان نے پورے مصر میں سب سے زیادہ نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کرکے جامعہ ازہر میں تاریخ رقم کی۔

آپ جانتے ہیں علم وفضل کی بہاروں کی خاطر والد کی وفات کا غم اٹھانے والا یہ خوب رو جوان کون تھا؟؟

یہ جوان کوئی اور نہیں وارث علوم اعلی حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، **تاج الشریعہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری** علیہ الرحمہ تھے۔

جو اپنی علمی جاں گسلی اور قربانیوں کی بدولت عالم اسلام کے افق پر امام احمد رضا کی فقہی تجلیات کا آفتاب بن کر چمکے۔ جن کے تصلب فی الدین کی وجہ سے کتنوں کے عقائد ونظریات درست ہوئے۔ جن کی تقوی شعار زندگی نے

گمراہوں کو راہ ہدایت عطا کی۔ جو اپنے کریم کے ایسے گدا بن کر جئے جس کے آگے دنیا کی ہر چیز پارہ ناں کی طرح ہیچ تھی۔ جنہوں نے ہواؤں کے خلاف عزم واستقامت کے چراغ روشن کئے۔ جس کی روشنی میں آج بھی ملت اسلامیہ فلاح وظفر کا سفر طے کررہی ہے۔ جو اپنے آپ میں ایک انجمن اور میر قافلہ تھے۔ جن کی فکری بلندی کے آگے ہمالہ کی بلندی بھی پست نظر آتی ہے۔ جو امام احمد رضا کے تفقہ، حجۃ الاسلام کے اخلاص اور مفتی اعظم ہند کے تقوی وپرہیزگاری کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ جن کا آستانہ آج بھی عشق رسالت کی درس گاہ بنا ہوا ہے۔ جن کی لحد سے آج بھی یہ آواز آتی ہے:

داغ عشق نبی لے چلو قبر میں
ہے چراغ لحد روشنی کے لیے

از: غلام مصطفیٰ نعیمی
مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

مابقیہ صفحہ نمبر 63 کا
(سیکولر پارٹیاں......)

سول سروسز میں مسلمانوں کا تناسب محض 3.32 فیصد ہے۔ پولیس محکمہ میں مسلمان صرف 2.6 فیصد ہیں۔ فوج اور دفاعی اداروں میں ان کی تعداد صرف 2.3 فیصد ہے۔ ریلوے جیسے وسیع محکمے میں مسلمان صرف 5.4 فیصد ہیں۔ بینکنگ کے شعبے میں مسلمانوں کی تعداد محض 2.2 فیصد ہے۔

یہ تو محض نمونہ بھر ہے ورنہ اگر سارے اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ یہ ساری کمزوریاں سیاسی کمزوری کی بنا پر آئی ہیں کیوں کہ جس قوم کی سیاسی طاقت نہیں ہوتی وہ ہمیشہ دوسروں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ ہماری قوم ستر سال سے اس کا تجربہ کررہی ہے مگر ابھی تک سیکولرزم کے سحر سے باہر نکلنے تیار نہیں ہے۔ جبکہ ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی جانتا ہے کہ جمہوری ملک میں سیاسی قیادت کے بغیر عزت دارانہ زندگی کا تصور ایک ایسا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ دیکھتے ہیں ہماری قوم کب تک سیکولرزم کا ہل جوتے گی اور کب اپنے حقوق کے لیے بیدار ہوگی۔

غلام مصطفیٰ نعیمی
مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی
۴؍ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ / ۱۶؍جون ۲۰۲۱ء بروز بدھ

غزل

کلام ہفت رنگ

وہ موجِ تبسّم شگفتہ شگفتہ، وہ بھولا سا چہرہ کتابی کتابی
وہ سُنبل سے گیسو سنہرے سنہرے، وہ مخمور آنکھیں گلابی گلابی

کفِ دست نازک حنائی حنائی، وہ لب ہائے شیریں شہابی شہابی
وہ باتوں میں جادو اداؤں میں ٹُونا، وہ دُزدیدہ نظریں عقابی عقابی

کبھی خوش مزاجی، کبھی بے نیازی، ابھی ہوشیاری، ابھی نیم خوابی
قدم بہکے بہکے نظر کھوئی کھوئی، وہ مخمور لہجہ شرابی شرابی

نہ حرفِ تکلّم، نہ سعیِ تخاطب، سرِ بزم لیکن بہم ہم کلامی
اِدھر چند آنسو سوالی سوالی، اُدھر کچھ تبسّم جوابی جوابی

وہ سیلابِ خوشبو گلستاں گلستاں، وہ سروِ خراماں بہاراں بہاراں
فروزاں فروزاں جبیں کہکشانی، درخشاں درخشاں نظر ماہتابی

نہ ہونٹوں پہ سرخی، نہ آنکھوں میں کاجل، نہ ہاتھوں میں کنگن، نہ پیروں میں پائل
مگر حُسنِ سادہ مثالی مثالی، جوابِ شمائل فقط لاجوابی

وہ شہرِ نگاراں کی گلیوں کے پھیرے، سرِ کوئے خوباں فقیروں کے ڈیرے
مگر حرفِ پُرسش نہ اذنِ گزارش، کبھی نامرادی کبھی باریابی

یہ سب کچھ کبھی تھا، مگر اب نہیں ہے کہ آوارہ فرہاد گوشہ نشیں ہے
نہ تیشہ بدوشی، نہ خارہ شگافی، نہ آہیں نہ آنسو نہ خانہ خرابی

کہ نظروں میں اب کوئی شیریں نہیں ہے، جدھر دیکھیئے ایک مریم کھڑی ہے
نجابت سراپا، شرافت تبسّم، بہ عصمت مزاجی، بہ عفّت مآبی

جو گیسو سنہرے تھے اب نُقرئی ہیں، جن آنکھوں میں جادو تھا اب باوضو ہیں
یہ پاکیزہ چہرے پہ معصوم آنکھیں، نہ وہ بے حجابی نہ وہ بے نقابی

وہ عشقِ مجازی حقیقت میں ڈھل کر تقدّس کی راہوں پہ اب گامزن ہے
جو حُسنِ نگاراں فریبِ نظر تھا، فرشتوں کی صورت ہے گردوں جنابی

وہ صورت پرستی سے اُکتا گیا ہے، خلوصِ نظر اور کچھ ڈھونڈتا ہے
نہ موجِ تبسّم، نہ دستِ حنائی، نہ مخمور آنکھیں گلابی گلابی

نہ دُزدیدہ نظریں عقابی عقابی، نہ مخمور لہجہ شرابی شرابی
نہ سُنبل سے گیسو سنہرے سنہرے، نہ لب ہائے شیریں شہابی شہابی

اقبال عظیم

سیاسیات

سیکولر پارٹیاں اور مسلمانوں کا استحصال

از: غلام مصطفیٰ نعیمی

بھارت کا پہلا عام انتخاب پچیس اکتوبر 1951 میں ہوا تھا۔ ووٹنگ کا مرحلہ چار مہینے تک چلا اس طرح فروری 1952 میں الیکشن مکمل ہوا۔اس وقت پارلیمنٹ اور اسمبلی انتخاب ایک ساتھ ہوئے تھے۔پارلیمنٹ میں 489 اور صوبائی اسمبلیوں کی سیٹیں 3283 تھیں۔کانگریس نے 489 پارلیمانی سیٹوں میں سے 364 اور اسمبلی کی 3283 سیٹوں میں سے 2247 سیٹیں جیت کر ایک طرفہ جیت حاصل کی۔

پہلے عام انتخاب میں کانگریس کے علاوہ تقریباً 53 پارٹیاں موجود تھیں۔جن میں 14 پارٹیاں ملکی اور باقی صوبائی سطح پر اپنا اثر رکھتی تھیں۔اس دور میں نہرو کے علاوہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (1891-1956) اور آچاریہ جے بی کرپلانی (1888-1982) جیسے لیڈر بھی ملکی سطح پر انتہائی مشہور ومعروف تھے۔ڈاکٹر امبیڈکر قانون ساز اور دلتوں کے مسیحا جبکہ آچاریہ کرپلانی پکے گاندھی وادی اور سماجوادی لیڈر کی شناخت رکھتے تھے۔اس کے باوجود بھی ملک کی اکثریت نے سیکولرزم کا چورن استعمال کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی اس لیے دونوں ہی لیڈروں کو عام انتخاب میں ہار کا منہ دیکھنا پڑا۔ڈاکٹر امبیڈکر کی بدقسمتی دیکھیے کہ وہ بامبے کی ریزرو سیٹ سے الیکشن لڑے تھے مگر ان کی اپنی برادری بھی پنڈت جی پر فدا تھی اس لیے ریزرو سیٹ پر بھی ناکام رہے۔ 1952 کی ہار کے بعد 1954 میں بھنڈارا مہاراشٹر میں ضمنی انتخاب میں بھی قسمت آزمائی مگر یہاں کے لوگوں کو بھی ایک قانون ساز اور سماجی مصلح پسند نہیں تھا اس لیے تمام تر شہرت کے باوجود جیت نہ مل سکی۔

اس زمانے میں جواہر لعل نہرو سیکولرزم کے بابائے اعظم ہوا کرتے تھے اس لیے مسلمانوں نے بہ خوشی اپنے کندھے ان کی سواری کے لیے پیش کر دیے تھے۔نہرو جی بھی وسیع الظرف لیڈر تھے انہوں نے مسلمانوں کی مخلصانہ پیش کش کو رد نہیں کیا اور پنڈتانہ شان وشوکت کے ساتھ بھارتی مسلمانوں کی گردن پر سوار ہو گئے۔ سیکولرزم کا پہلا پھل بہت جلد ملا جب آزادی کے فوراً بعد ہی دہلی میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔مسلمان نہایت بے دردی کے ساتھ قتل ہوئے اور کیمپوں میں رہنے کو مجبور ہوئے۔اس وقت جواہر لعل نہرو اور وزیر داخلہ سردار پٹیل سمیت ساری کابینہ دہلی میں تھی حتی سیکولرزم کے داعی اعظم اور کانگریس کے شو بوائے مولانا ابوالکلام آزاد بھی موجود تھے مگر قوم مسلم کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔الٹا لٹے پٹے مسلمانوں کو دنگا فساد کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور ان کے پاس سے جو ہتھیار برامد کیے گیے وہ کچن میں استعمال ہونے والے چمچے اور سبزی کاٹنے والی کھوٹی چھریاں تھیں۔ان "ہتھیاروں" کو دیکھ کر گورنر ماؤنٹ بیٹن نے سردار پٹیل سے کہا تھا کہ اگر اسی ناانصافی سے ملک چلاؤ گے تو زیادہ دیر حکومت نہیں کر سکو گے۔

دہلی فساد کے بعد مسلم اکثریتی شہروں میں فسادات معمول بن گئے۔ مسلم دلتوں کا ریزرویشن ختم کیا گیا۔ بابری مسجد پر تالے ڈالے گئے۔پوجا شروع کی گئی۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار ختم کرنے کی سازش ہوئی۔کشمیریوں کے ساتھ غداری کی گئی۔اتناسب ہوتا رہا مگر بھارتی مسلمانوں نے سیکولرزم کی "حفاظت اور بقا" کی جو ذمہ داری اٹھائی اسے آج تک بحسن وخوبی نبھاتے چلے

آرہے ہیں۔ جواہر لعل نہرو کے بعد لال بہادر شاستری، اندرا گاندھی، مرار جی دیسائی، چوھری چرن سنگھ، راجیو گاندھی، وی پی سنگھ، چندر شیکھر، ایچ ڈی دیو گوڑا جیسے لیڈروں کو مسلمانوں نے سیکولرزم کے نام پر ہمیشہ سر آنکھوں پر بٹھایا مگر اس غیر مشروط وفاداری کے باوجود مسلمان دن بدن پستی میں گرتے رہے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان اس ملک کی سب سے پس ماندہ قوم ہونے کا خطاب حاصل کر چکے ہیں۔

مسلمانوں کی پوزیشن پر ایک نظر

مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن سمجھنے کے لیے پارلیمنٹ اور چند اہم صوبوں میں مسلمانوں کی سیاسی تصویر پیش کی جاتی ہے جس سے بھارتی مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بھارت میں کل 29، صوبے ہیں۔فی الحال کسی بھی صوبے میں مسلم وزیر اعلی نہیں ہے۔اس سے پہلے کچھ سیاسی مجبوریوں کے تحت بعض صوبوں میں تھوڑی بہت مدت کے لیے مسلم وزیر اعلیٰ بنائے گئے مگر یہ تقرریاں عارضی نوعیت کی تھیں۔عبدالرحمٰن انتولے آخری غیر کشمیری مسلم تھے جو 1982 میں مہاراشٹرا کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔اس کے بعد یہ رسم ادائیگی بھی ختم ہوگئی۔لے دے کر کشمیر واحد صوبہ تھا جہاں مسلم وزیر اعلیٰ منتخب ہوتا تھا مگر سازش کے تحت کشمیر کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور گورنر کے سہارے حکومت چلائی جارہی ہے۔

پارلیمنٹ میں 543 سیٹیں ہیں جہاں آبادی کے تناسب میں 75 سے 100 کے قریب مسلم ممبران ہونا چاہیے مگر رواں پارلیمنٹ میں یہ تعداد محض ۲۵ ہے۔آزادی کو ستّر سال سے زائد ہوگئے مگر مسلمان کبھی اپنی تعداد کی آدھی نمائندگی درج نہیں کرا سکے۔

اتر پردیش میں مسلمان قریب چار کروڑ ہیں جو قریب 22 فیصد ہیں۔اتنی بڑی تعداد کے باوجود سیاسی حیثیت صفر ہے۔رواں اسمبلی میں مسلم ممبران کی تعداد 23 ہے جبکہ آبادی کے حساب سے قریب 120 سے ایک سو چالیس ممبران ہونا چاہیے۔پورے ملک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد یہاں بستی ہے مگر آج تک اپنا وزیر اعلی منتخب نہیں ہوسکا۔حد تو یہ ہے کہ صوبے میں مسلم قیادت والی کوئی قابل ذکر پارٹی تک نہیں ہے۔ماضی میں کچھ لوگوں نے کوشش کی مگر یوپی کے مسلمان سیکولرزم کو کندھے سے اتارنے تیار نہیں ہوئے اس لیے کبھی کانگریس، کبھی سماجوادی تو کبھی بہوجن سماج پارٹی کے بندھوا ووٹر بنے ہوئے ہیں۔بابری مسجد کی شہادت سے پہلے تک مسلمان کانگریس کے بندھوا رہے۔غیر مشروط وفاداری کا یہ رشتہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد ٹوٹا۔کاش اس حادثہ فاجعہ کے بعد مسلمان اپنی قیادت کی جانب متوجہ ہوتے مگر مسلمانان یوپی نے آقا بدلا سوچ نہیں بدلی، اور سماج وادی اور بہوجن سماج پارٹی سے وابستہ ہوگیے۔مسلمانوں کی حمایت سے سماجوادی اور بہوجن سماج پارٹی نے اقتدار حاصل کیا۔ملائم سنگھ ان کا بیٹا اکھلیش یادو اور مایاوتی مسلمانوں کی غیر مشروط حمایت کی بدولت پچھلے تیس سال سے وزارت اعلی کی کرسی پر براجمان چلے آرہے ہیں۔حالانکہ یادو محض چھ فیصد اور دلت بائیس فیصد ہیں مگر تعداد میں برابر اور آدھے سے بھی کم ہونے کے باوجود مسلمان یادووں اور دلتوں کے پیچھے چلنے پر مجبور ہیں۔

بہار میں مسلم آبادی قریب 18 فیصد ہے مگر یہاں کی صورت حال بھی یوپی سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔1973 میں عبدالغفور یہاں کے وزیر اعلی ضرور بنائے گئے تھے مگر یہاں بھی سیاسی قیادت دوسروں کے ہاتھوں میں ہے اور مسلمان ان کی اتباع کرتے ہیں۔بھاگلپور فساد کے بعد مسلمان کانگریس سے الگ ہوئے تو لالو پرساد یادو کو مسیحا بنالیا۔جس کی بدولت لالو پرساد نے مسلسل پندرہ سال تک بہار پر راج کیا۔درمیان میں جیل جانے کی وجہ سے لالو کو وزیر اعلیٰ کی کرسی خالی کرنا پڑی۔اس وقت کئی قابل اور سینئر مسلم لیڈر موجود تھے مگر لالو نے قابل ترین لیڈروں کے ہوتے ہوئے بھی اپنی ناخواندہ بیوی کو وزیر اعلیٰ بنادیا اور مسلمانوں نے ایک ناخواندہ عورت کو بھی بسر و چشم قبول کرلیا۔جب لالو پرساد کی پالیسیاں کھٹکنے لگیں تو نتیش کمار کو لیڈر بنالیا۔نتیش بھی پچھلے پندرہ سال سے بہار کے وزیر اعلیٰ چلے آرہے ہیں۔تعداد کے اعتبار سے

مسلمان سب سے بڑا پالیٹکل گروپ ہیں اس کے باوجود حاشیہ پر کھڑے ہیں۔

بنگال میں مسلم آبادی تیس فیصد ہے مگر یہاں کی صورت حال تو مزید خراب ہے۔ سچر کمیٹی کے مطابق پورے ملک میں سب سے زیادہ پس ماندہ بنگالی مسلمان ہیں۔ یہاں کی اسمبلی میں 294 ممبران منتخب ہوتے ہیں۔ رواں اسمبلی میں محض 41 ممبران ہیں جبکہ آبادی کے تناسب میں یہ تعداد نوے سے سو کے درمیان ہونا چاہیے یہ صورت حال اس وقت ہے جب مسلمان غیر مشروط اور یک طرفہ طور پر کمیونسٹ پارٹی اور ٹی ایم سی کو سپورٹ کرتے آئے ہیں مگر اس کے باوجود کسی نے انہیں مناسب نمائندگی دینے کی تکلیف نہیں اٹھائی مگر بنگالی مسلمان آج بھی سیکولرزم کا جھنڈا پورے خلوص سے اٹھائے ہوئے ہیں۔

آسام میں مسلم آبادی 37 فیصد سے زائد ہے۔ ایک زمانے تک مسلمان یہاں بھی آنکھ موند کر کانگریس کو ووٹ دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہاں کے مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن برائے نام تھی۔ رہی سہی کسر مسلم مخالف فسادات نے پوری کردی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے معاشی حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ مرے پہ سو درّے کے مصداق یہاں کے مسلمانوں پر بنگلہ دیشی درانداز ہونے کے الزامات عائد کرکے این آر سی جیسی آفت سروں پر لاد دی گئی۔ پچھلے کچھ سال سے بدرالدین اجمل نے اپنی سیاسی پارٹی بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو سیاسی طاقت دلانے کی کوشش کی ہے۔ رواں اسمبلی میں ان کے 16 ممبران منتخب ہوئے ہیں۔ امید کی جانی چاہیے کہ اگر حکمت و دانائی سے کام کیا گیا تو اس صوبے میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت ایک مضبوط شکل میں ابھر سکتی ہے۔

تلنگانہ میں مسلم آبادی تقریباً 13 فیصد ہے۔ یہاں کی اسمبلی میں کل 119 نشستیں ہیں مگر مسلم ممبران کی تعداد محض آٹھ ہے۔ جن میں حکمراں پارٹی کا محض ایک ممبر ہے بقیہ ارکان اسدالدین اویسی کی پارٹی سے ہیں۔ غنیمت یہ ہے کہ یہاں مجلس اتحاد المسلمین کے طور پر ایک مسلم پارٹی موجود ہے جس کی بنا پر مسلمان قدرے ٹھیک ٹھاک پوزیشن میں ہیں۔ حالانکہ مجلس کا اثر صرف حیدرآباد تک محدود ہے باقی مسلمانوں کو بھی سیکولرزم کا خمار چڑھا ہوا ہے۔ اگر اس صوبے کے مسلمان مزید سنجیدگی دکھائیں اور صوبے کے دیگر خطوں میں بھی مجلس کو مضبوط کریں تو یہاں ایک مضبوط لیڈر شپ کھڑی کی جاسکتی ہے۔

کیرل میں مسلمانوں کی تعداد چھبیس فیصد ہے۔ یہاں کے مسلمان ملک کے دیگر علاقوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور خوش حال ہیں۔ یہاں مسلم لیگ کے طور اپنی پارٹی بھی موجود ہے مگر اس کا اثر بھی چند اضلاع تک ہی محدود ہے۔ مگر مسلمانان کیرل کی سوجھ بوجھ کی وجہ سے ان کی سیاسی حیثیت ٹھیک ٹھاک ہے۔ حالانکہ ابھی بھی تعداد کے اعتبار سے نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔

سیاسی محرومی کے نقصانات

کسی بھی جمہوری ملک میں اصل طاقت سیاسی قوت سے طے ہوتی ہے۔ جو قوم سیاسی طور پر کمزور پڑ جائے اس قوم کی تعلیمی اور معاشی حالت خود بخود کمزور ہو جاتی ہے۔ آزادی کے بعد جیسے جیسے مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہوئی تو تعلیمی اور کاروباری حالت بھی غیر سے غیر ہوتی گئی۔ اس وقت ملک میں سب سے ناخواندہ قوم مسلمان ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق 42.7 فیصد لوگ ان پڑھ ہیں۔ صرف 57.3 فیصد آبادی ہی پڑھی لکھی ہے۔ پڑھے لکھے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بہت اعلی تعلیم یافتہ اور ڈگری ہولڈر ہیں۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ ضرورت بھر لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ اگر اعلی تعلیم کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو نہایت افسوس ناک صورت حال ہے۔ مسلمانوں کی محض 2.75 فیصد آبادی ہی گریجویشن یا اوپر کی ڈگری رکھتی ہے۔ یعنی 25 کروڑ کی آبادی میں بمشکل تین فیصد لوگ ہی اعلی تعلیم یافتہ ہیں۔

سیاسی کمزوری کی بنیاد پر معاشی حالات بھی نہایت خستہ ہیں۔ معاشی حالت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بھکاریوں میں 25 فیصد مسلمان شامل ہیں یعنی ہر چوتھا بھکاری مسلمان ہے۔

مابقیہ صفحہ نمبر 59 پر ملاحظہ فرمائیں

تأثرات علمائے کرام

محب محترم، ذوالمجد والجاہ، رفیع القدر، حضرت علامہ **مولانا محمد نفیس القادری** صاحب مدیرِ اعلیٰ عرفان رضا، واستاذ مدرسہ مدینۃ العلوم گلڑیا ضلع مراد آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مبارک ہو سہ ماہی عرفانِ رضا کا رسمِ اجراء!

آفریں صد آفریں مولانا محمد نفیس القادری صاحب!

عرفانِ رضا کا پہلا شمارہ میری نگاہوں کے سامنے ہے، بلاشبہ آپ نے اسے بے پناہ کدوکاوش سے دیدہ زیب ٹائٹل، عمدہ مضامین، حسنِ ترتیب، علمی مواد کا ایسا حسین گلدستہ بنایا ہے جس کی زیبائش و آرائش، جاذبیت و دلکشی کی بھینی بھینی مہک قارئین وناظرین کے مشامِ جان وایمان کو ضرور معطر کرے گی۔

بلاشبہ آپ کا یہ گراں قدر علمی اقدام، ولولہ انگیز، جواں حوصلوں کے ساتھ میدان صحافت میں قدم جمانا ہماری جماعت کے لیے نیک فال ہے، اس سے ہمارے نوجوان علماء میں لوح و قلم کا لاشعوری طور پر رجحان پیدا ہوگا جس کے نتیجہ میں بہتر سے بہتر علمی مضامین سے ہماری نگاہیں شادکام ہونگی۔

میں آپ کو اور اس راہ کے آپ کے تمام رفقاء، بالخصوص نازشِ علم و فن، محب گرامی، حضرت علامہ مولانا محمد ناظر القادری صاحب استاذ جامعہ بشیر العلوم بھوج پور ضلع مراد آباد کو ڈھیر ساری مبارک پیش کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے عرفانِ رضا کا رسمِ اجراء کرتا ہوں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم!

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود!

اور بلاشبہ

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظـــر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

مولائے کریم جل جلالہ وعم نوالہ عرفانِ رضا کو قبولِ عام کا شرف بخشے، اس کے علمی فیضان کو عام سے عام تر فرمائے اور آپ کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی
صدر المدرسین
جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
۱۹/ مارچ ۲۰۲۱ء



گرامی قدر نفیس العلماء حضرت علامہ نفیس القادری صاحب امجدی مد ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ تبارک وتعالیٰ آپکا رقم فرمودہ سہ ماہی رسالہ بنام عرفانِ رضا آن لائن نظر نواز ہوا دل باغ باغ ہوگیا ماشاء اللہ علمی وادبی شخصیات کے مضامین سے مزین رسالہ اپنی نظیر آپ ہے متحرک وفعال علماء وفضلاء کی ایک ٹیم اس رسالہ کی زینت ہے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں علامہ نفیس القادری صاحب اور انکے جملہ ہم نواوں کو کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر ادارہ کی دلی امنگوں اور قلمی محنتوں کو سہارا بخشا

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دیدیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ ودیگر علماء کرام ذوی الاحترام نے بڑی ہی عرق ریزی وجانفشانی سے مضامین قلمبند فرماکر رسالہ میں چار چاند لگادئے دعاہے یہ سلسلہ خوب سے خوب تر چلے اور میں ان محبین و مخلصین کے لئے بھی دعا گو ہوں جن لوگوں نے اس رسالہ کی طباعت واشاعت میں حصہ لیا ہے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے اور قافلہ بڑھتا گیا

رب قدیر اپنے پیارے حبیب ﷺ اور بڑے پیر غوث اعظم کے توسل سے سب کی عمر واقبال، علم وعمل میں بے حساب برکتیں عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم.

فقط: اختر رضا قادری، بہیڑی بریلی شریف
ڈائریکٹر: سنی بریلوی اصلاحی تحریک



مجاہد اہل سنت ماہر قلم حضرت **مولانا نفیس القادری** صاحب امجدی

سلام ورحمت

بعدہٗ اس وقت سہ ماہی عرفان رضا کی پہلی کاپی میں نے پڑھی اچھے اور ماہر قلمکاروں کے مضامین رسالے میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور سب سے زیادہ خوشی استاد العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عاقل صاحب قبلہ زید مجدہ کے تاثرات دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔

میں حیرت میں ہوں کہ علامہ نفیس صاحب آپنے اتنی چھوٹی عمر میں وہ کام کردکھایا جو لوگ عمر کرآخری پڑاو میں بھی نہیں کرپاتے ہیں آپکے ساتھ میں آپکی پوری ٹیم کو مبارکبادی پیش کرتا ہوں اور دوسرے رسالے کی بھی پہلے ہی مبارادی پیش کرتا ہوں کام کرتے رہیے اللہ آپ کواسکا اجر عطا فرمائے گا۔

رضوان نوری مصباحی منظری



محبان گرامی حضرت مولانا نفیس القادری امجدی وحضرت مولانا ناظر القادری مصباحی صاحبان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات نے ذریعے واٹس گروپ کو پلیٹ فارم بنا کرایک آنلائن میگزین کا اجرا کیا اس کے لیے آپ وجملہ رفقا کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دور حاضر میں جس طرح ہمارے گردو پیش کے نظارے بدلے ہیں تعلیم وتدریس کا انداز بدلا ہے۔ چیزی رِیَل (Real) سے ورچوئل (Virtual) میں تبدیل ہو رہی ہیں ایسے میں علمائے کرام کو بھی بدلتے دور کے مطابق اپنے کاموں میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ تاکہ بدلتے دور کے مطابق دعوت واصلاح اور اشاعت دین کا فریضہ انجام دیا جاسکے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ جیسے حساس، باشعور اور نوجوان علمانے بدلتی دنیا کے ساتھ قدم تال کیا اور جس واٹس ایپ کو لوگ محض ضیاع وقت اور بے مقصد کی تفریح کے لیے استعمال کرتے ہیں آپ لوگوں اسی واٹس ایپ گروپ کو پلیٹ فارم بنا کر ایک علمی وفکری کام کی بنیاد ڈالی۔ ان شاء اللہ اس سے جہاں بہت ساری تحریریں محفوظ ہوں گی وہیں دیگر افراد کو بھی ان ذرائع کا مفید استعمال کرنے کی ترغیب ملے گی۔

فقیر نعیمی نے مکمل رسالہ تو نہیں دیکھا البتہ اداریہ ضرور پڑھا۔ مولانا ناظر القادری صاحب نے "اپنے حصے کی شمع" جلا کر رات کے سینے پر رکھ دی ہے امید کرتے ہیں کہ چراغوں سے چراغ جلیں گے اور تاریک رات کے بطن سے فلاح قوم کا سورج طلوع ہوگا۔

مجھے خوشی ہے کہ اس رسالے سے کئی نامور علمی شخصیات وابستہ ہیں ان اکابر کی سرپرستی اور مشاورت اسے خوب سے خوب تر بنانے میں معاون ثابت ہوگی۔ محب گرامی مفتی آصف رضا برکاتی کی شمولیت بھی باعث مسرت ہے ان کا تجربہ اور فعالیت رسالے کے لیے اہم ثابت ہوگی۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس رسالے کو نت نئی بلندیاں عطا فرمائے اور جملہ اہل قلم کو برکات سے نوازے۔

اسیر صدر الافاضل
غلام مصطفےٰ نعیمی
مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی
۵ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ
۱۹ مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعہ



سہ ماہی عرفان رضا کے مدیر اعلی محب محترم حضرت علامہ مولانا نفیس القادری اور مدیر اعزازی ماہر علم و فن حضرت علامہ مولانا ناظر القادری مصباحی صاحب قبلہ اور آپ کی پوری ٹیم قابل مبارک باد ہیں آپ نے موجودہ دور میں ایک نئے کام کی شروعات کی اللہ تعالی آپ کے اس مشن کو مزید ترقی عطا فرمائے۔

پورا رسالہ تو نہیں پڑھا البتہ مولانا ناظر صاحب کے اداریہ سے

معلوم ہوا کہ گروپ برکات رضا کے باوقار علماء نے بذریعہ واٹس ایپ سہ ماہی عرفان رضا کا ارادہ کیا اور اسے عملی جامہ پہنایا، مجلس مشاورت اور مجلس معاونت میں باصلاحیت علماء و مفتیان کرام کی ٹیم شامل ہے امید ہے مستقبل قریب میں یہ رسالہ بھی دیگر جرائد کی طرح اپنا ایک اہم مقام حاصل کرے گا، یقینا یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ مرادآباد، رام پور، بجنور اور امروہہ سے کوئی ایسا رسالہ مستقل طور پر شائع نہیں ہوتا تھا آپ نے اس کمی کو پورا کر کے اپنے علاقے کا نام بلند کر دیا ہے اس اعتبار سے یہ خوش آئند اقدام ہے۔

لائق مبارک باد ہیں جملہ ارکان کہ اس نیک کام کی شروعات کی تحریر و تصنیف کا کام بہت محنت اور دقت طلب ہے اس کو تو وہی جان سکتا ہے جو اس دشوار گزار راہ سے گزرا ہو۔

اس کا پہلا شمارہ سہ ماہی عرفان رضا اپریل، مئی اور جون جامع معقول و منقول حضرت علامہ مفتی عاقل رضا مصباحی صدر المدرسین جامعہ منظر اسلام کی سرپرستی میں آپ کی خدمت میں پیش ہے، امید ہے یہ شمارہ آپ کو بہت پسند آئے گا، آپ اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازیں گے اور تمام ارکان کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

محمد گل ریز رضا مصباحی
مدناپوری، بریلی شریف
جامعۃ المدینہ فیضان عطار تاج پور
۲۰ مارچ ۲۰۲۱



السلام علیکم حضرت!
ماشاء اللہ سبحان اللہ!

حضرت بہت بہت زیادہ پسندیدہ رسالہ، آپ نے دل و جان سے محنت و مشقت کے ساتھ تمام اشیاء کو مد نظر رکھتے ہوئے، جس رسالہ کی ضرورت پہلے بھی پڑتی تھی اور اب بھی پڑتی ہے اور استقبال میں بھی پڑتی رہے گی۔ وہ رسالہ سہ ماہی عرفان رضا میرے استاذ الکریم حضرت علامہ و مولانا مفتی ناظر القادری صاحب نے تحریر فرما کر بتلا دیا:

ساری دنیا کو نیند آ گی
انکے دیوان بیدار ہیں
آپ ہی فیصلہ کیجئے
کون جنت کے حقدار ہیں

میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ عز و جل اپنے حبیب ﷺ کے صدقے و طفیل میرے پیارے استاذ محترم مفتی ناظر القادری صاحب کے اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین ثم آمین اور میرے استاذ محترم حضرت صاحب کو ہر ایک پریشانی سے نجات عطا فرمائے، بالخصوص حاسدین کے حسد، اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائے، علم میں، عمل میں، عمر میں بہت بہت زیادہ ترقی و بلندی عطا فرمائے اور حج بیت اللہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

محمد اکرام رضوی/ مرادآباد



نعت و منقبت

(تمام عالم اسلام کو عرس صدر الافاضل و عرس تاج الشریعہ مبارک ہو)

منقبت در شان حضور صدر الافاضل فخر الاماثل امام
علامہ سید محمد **نعیم الدین** مرادآبادی
خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہما صاحب خزائن العرفان بانی جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد یوپی (ہند)

خدا کی شان کے اعلی نشاں صدر الافاضل ہیں
نبی کے فیض کے بحر رواں صدر الافاضل ہیں

مفکر اور محدث ہیں مفسر اور مدبر بھی
شعور و آگہی کے اک جہاں صدر الافاضل ہیں

جمال فکر و فن کی تابشیں آفاق میں پھیلیں
امام اہل عرفان زماں صدر الافاضل ہیں

مشام سنیت جن کی لطافت سے مہک اٹھی
علوم و معرفت کے گلستاں صدر الافاضل ہیں

خزانے عشق و عرفاں کے کئے تقسیم ہر جانب
رموز معرفت کے رازداں صدر الافاضل ہیں

علوم اعلی حضرت کا خزینہ ان کا سینہ ہے
نظریات رضا کے ترجماں صدر الافاضل ہیں

نبی کے باغیوں کے واسطے شمشیر براں ہیں
نبی کے عاشقوں پر مہرباں صدر الافاضل ہیں

سر اقدس پہ سہرا زیب ہے ملی قیادت کا
بلاشک تاج دار سنیاں صدر الافاضل ہیں

ہے ان کی ذات سنگم اشرفی رضوی سمندر کا
مثال اتحاد سنیاں صدر الافاضل ہیں

نعیمی میکدے کے جام سے سرشار ہے ناظر
قسیم جام عرفاں بے گماں صدر الافاضل ہیں

نتیجہ فکر محمد ناظر القادری مصباحی، مرادآبادی

قاضی القضاۃ فی الھند حضرت
علامہ مفتی **محمد اختر رضا** خان قادری
علیہ الرحمہ والرضوان کی شان میں مقبول ترین منقبت

تاروں میں چمکتا چاند، اور ظلمت میں تنویر ایسے ہیں ہمارے پیر
سورج کی طرح روشن سچائی کی اک تصویر ایسے ہیں ہمارے پیر

دریاؤں کے جیسا تھا، چلنے کا ہنر اُن میں
کر پائی نہ قید اُن کو، راہوں کی کوئی زنجیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

"اختر" کی تجلی پر "ازہر" بھی ہوا نازاں
کعبے کے بنے مہماں اور خوب ہوئی توقیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

کردار ہے نوری کا اور شان رضا کی ہے
وہ ذات گرامی ہے دونوں کی حسیں تفسیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

جب تاجِ شریعت کی، رحلت کی خبر آئی
ہر جاں پہ گری بجلی، ہر دل کو لگا اک تیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

دم روکے ہوئے دنیا، سنتی تھی خطاب اُن کا
تھم جاتا ہر اک منظر، جب کرتے تھے وہ تقریر
ایسے ہیں ہمارے پیر

خاموشی بھی حضرت کی، بھاری کئی خُطبوں پر
پتھر بھی پگھل جائیں، تھی بات میں وہ تاثیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

خوشبو کے تَلَفُّظ پر، ہو چاروں طرف خوشبو
وہ کہدیں زباں سے نور، تو پھوٹ پڑے تنویر
ایسے ہیں ہمارے پیر

روضہ ہے بریلی میں، پَرسب پہ ہے چشم فیض
ہے دستِ کرم ان کا اک سایۂ عالمگیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

حق گوئی سے باطل پر، تاعمر رہے غالب
جیتے وہ مخالف سے، بے خنجر و بے شمشیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

یوں پردۂ عالم پر، وہ ذات چمکتی ہے
جیسے کہ سیاہی میں، اک نور بھری تحریر
ایسے ہیں ہمارے پیر

وہ زینتِ بزم فن، اور مرجَعِ اہلِ حق
وہ شاہ ہیں شاہوں کے، اور میروں کے ہیں اک میر
ایسے ہیں ہمارے پیر

سرکار کی الفت کو، سینوں میں کیا بیدار
بس ایک نظر ڈالی، اور دل کی ہوئی تطہیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

کیا شانِ غنا اُن کو، اللہ نے بخشی ہے
خاطر میں نہیں لائے، وہ تخت وزر و جاگیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

ہستی میں جمالِ حق، ہر رُخ سے نمایاں ہے
سچوں کے لئے گلزار، جھوٹوں پہ وہ آتش گیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

بگڑی ہوئی بنتی ہے، تقدیر سنورتی ہے
ہر رنج میں ہے اب بھی، وہ چشمِ کرم اِکسیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

وہ اپنے غلاموں کا اعزاز بڑھاتے ہیں
مولی سے ملانے کی کرتے ہیں ڈگر تعمیر
ایسے ہیں ہمارے پیر

جلوہ شہِ عسجد کا یارب یوں ہی روشن رکھ
ہے صورتِ عسجد میں، مرشد کی حسیں تصویر
ایسے ہیں ہمارے پیر

گر اُن سے محبت ہے، تو اُن کی اطاعت کر
سیرت پہ فریدی چل! بس یوں ہی نہ کر تشہیر
ایسے ہیں ہمارے پیر



از فریدی صدیقی مصباحی مسقط عمان
96899633908

خیر و خبر

آہ! حضرت مولانا محمد اختر مصباحی ہمارے درمیان نہ رہے

آج بتاریخ ۲۵ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ / مطابق ۶ جون ۲۰۲۱ء کو صبح تقریباً ۹ بجے یہ سوہان روح خبر ملی کہ میرے ہم جماعت عالم با عمل حضرت مولانا اختر صاحب اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف روانہ ہوگئے۔ إِنَّا لِلّٰه وَإِنَّا إِلَيه رَاجِعون، موصوف بہت متحرک وفعال عالم دین تھے عقائد کی اصلاح غلط اور موضوع روایت اور واقعات پر بروقت نشاندہی فرماتے۔ مدح صحابہ واہل بیت اور رد بدمذہباں میں مسلک اعلی حضرت کی ترجمانی فرماتے۔ گاوں دیہات کی بیجا اور غیر مناسب رسموں کو ختم کرنے سنت کو عام کرنے میں پوری کوشش کرتے اور سوشل میڈیا پر بھی دینی سرگرمیوں میں حصہ لیتے۔

ان کی بیماری کی خبر سن کر ہماری جماعت کے ایک جید عالم دین مفتی محمد شریف ازہری صاحب نے اپنے اس ہم جماعت کے لیے ایک گروپ بھی بنایا جس میں مصباحی برادران ان کی صحت کے لیے دعا میں مشغول رہتے اور جو ہو سکتا دام درمے قدمے سخنے حصہ لیکر اپنے اچھے دوست ہونے کا ثبوت دیا۔ آج ان کی وفات سے ہم سبھی فارغین اشرفیہ کو خصوصی طور پر اور تمامی اہل سنت کو عمومی طور پر بہت رنج و غم ہے۔

اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، ان کی دینی خدمات کو قبول فرماکر انہیں اجر عظیم عطا کرے۔ اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے۔ دوست واحباب عزیز واقارب کو صبر جمیل عطا کرے اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

ساتھ ساتھ اللہ تعالی احباب کے جذبات کو سلامت رکھے اور انہیں صبر عطا فرمائے۔ اور ان کی اس محبت کو قبول فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

شریک غم: عقیل احمد قادری مصباحی

خادم الجامعۃ الاسلامیہ، روناھی، فیض آباد

حضور تاج الشریعہ کا عرس مبارک

الحمد اللہ بتاریخ ۵ ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷ جون ۲۰۲۱ء بروز جمعرات کو ریاست اترپردیش کے ضلع بریلی میں خاندان اعلیٰ حضرت کی عظیم الشان شخصیت مرکز اہل سُنّت کے پیشوا مفتی اختر رضا خان تاج الشریعہ کا دو روزہ عرس اختتام پذیر ہوا۔ شام 7:14 بجے قل کی رسم ادا کی گئی۔ قل کی رسم حضرت تاج الشریعہ کی درگاہ کے احاطے میں کووڈ 19 کی گائیڈ لائن پر عمل کرتے ہوئے ادا کی گئی۔ علماء کرام، مفتیانِ کرام اور مقررین نے تمام مسائل پر تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں سے متحد رہنے کی اپیل کی اور حکومت ہند سے پیغمبرِ اسلام اور قرآن مجید کی شان میں گستاخی کرنے والے غیر سماجی عناصر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کی اپیل کی۔

اور عالم اسلام میں تمام لوگوں نے اپنے گھروں میں بھی موجود رہ کر روحانی طور پر اسی وقت تاج الشریعہ کا عرس منایا۔ خاص کر آئمہ عظام و علماء کرام نے مساجد و مدارس میں فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا۔ اور حضرت علامہ مفتی عسجد رضا صاحب قبلہ مد ظلہ العالی نے ملک میں امن و امان قائم رہنے اور کورونا سے محفوظ رہنے کی دعا کی۔ الحمدللہ صابری جامع مسجد (گرام بکن پور ضلع ہریدوار، اتراکھنڈ) بعد نماز مغرب حضور تاج الشریعہ کا قل شریف ہوا۔

از: محمد مقیم رضا غزالی

خطیب وامام صابری جامع مسجد

گرام بکن پور ضلع ہریدوار، اتراکھنڈ

تمام شُد